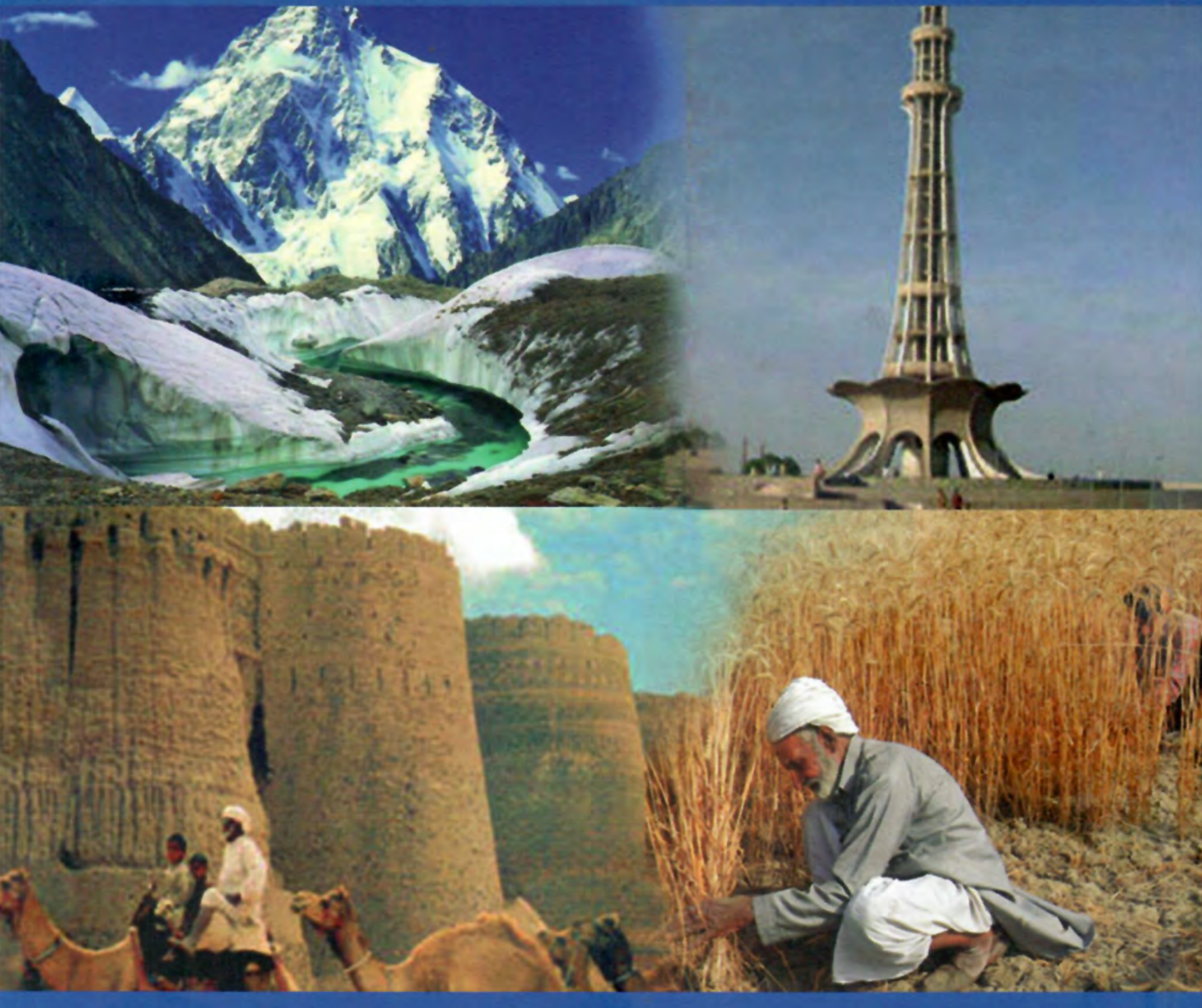
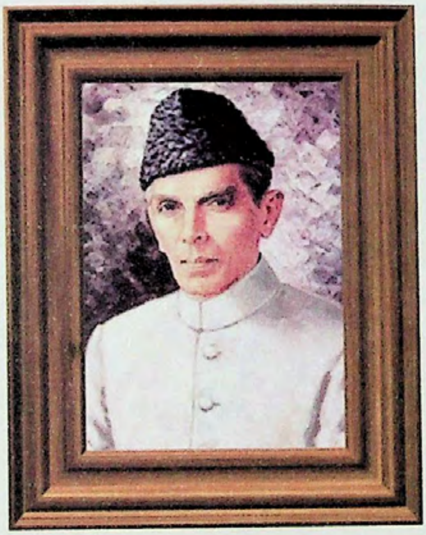
9

2021-22

مُطالِعۂ پاکستان



پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بُک بورڈ، لاہور



"تعلیم پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دُنیا اتنی تیزی سے ترقّی کر رہی ہے کہ تعلیمی میدان میں مطلوبہ پیش رفت کے بغیر ہم نہ صرف اقوامِ عالم سے پیچھے رہ جائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ ہمارا نام ونشان ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔"

قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

بانیِ پاکستان

(26 ستمبر 1947ء۔ کراچی)





بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

ترجمہ: "شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔"

مطالعۂ پاکستان

برائے جماعت

نہم

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بُک بورڈ، لاہور

فہرست

مصنفین: ◉ ڈاکٹر علی اقتدار مرزا ◉ سیّد عبّاس حیدر ◉ محمد حسین چودھری

ریویو کمیٹی: ◉ ڈاکٹر شکیل محمود، ایسوسی ایٹ پروفیسر (جغرافیہ)، جی سی یونیورسٹی، لاہور
◉ منیر احمد بھٹی، لیکچرار (تاریخ) گورنمنٹ سائنس کالج، وحدت روڈ، لاہور
◉ مس روبیہ شاہین، لیکچرار جی سی یونیورسٹی، لاہور
◉ نعیم احمد، ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ، لاہور

نگران: ◉ ڈاکٹر جمیل الرحمان ◉ ڈاکٹر فخر الزمان ◉ مہر صفدر ولید ◉ شمس الرحمان

ڈائریکٹر (مسوّدات): ◉ ڈاکٹر عبداللہ فیصل ڈپٹی ڈائریکٹر (گرافکس)/ سینئر آرٹسٹ ◉ عائشہ صادق

کمپوزنگ: ◉ محمد ندیم، اظہر محمود، عرفان شاہد، عمیر طارق فوٹو گرافی ◉ سید علی جاوید

لے آؤٹ اینڈ ڈیزائن: ◉ حافظ انعام الحق، علیم الرحمان، سید علی جاوید، منال طارق

تیار کردہ: ◉ پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

تجرباتی ایڈیشن

ناشر: فاران پبلی کیشنز، لاہور
مطبع: قدرت اللہ پرنٹرز، لاہور

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد	قیمت
اگست 2021	اول	ہفتم	12,000	73.00

باب 1

پاکستان کی نظریاتی اساس

(Ideological Basis of Pakistan)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

-1 نظریہ کی اصطلاح کی تعریف بیان کر سکیں۔

-2 نظریۂ پاکستان کے اہم ماخذ سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

-3 ہندوستان میں اسلامی دورِ حکومت کے دوران اسلام کی بنیادی اقدار، مسلمان مصلحین اور سماجی وثقافتی حوالے سے نظریۂ پاکستان کی وضاحت کر سکیں۔

-4 برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی، ثقافتی، سماجی و معاشی محرومی کے حوالے سے دوقومی نظریہ کے آغاز اور ارتقا کی وضاحت کر سکیں۔

-5 علامہ محمد اقبالؒ اور قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے ارشادات کی روشنی میں نظریۂ پاکستان کی وضاحت کر سکیں۔

نظریہ کی تعریف، ماخذ اور اہمیّت

(Definition, Sources and Significance of Ideology)

برصغیر میں ''پاکستان'' کے نام سے ایک آزاد ریاست کا قیام بیسویں صدی کا اہم ترین واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے پیچھے ایک مضبوط نظریہ کارفرما تھا۔ نظریہ کے لیے انگریزی میں ''آئیڈیالوجی'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

نظریہ (Ideology)

لفظ ''نظریہ'' اپنی تعریف اور معانی کے لحاظ سے ابتدا ہی سے سماجی دانشوروں کے درمیان اختلافِ رائے کا باعث رہا ہے۔ مختلف ادوار کے مکاتبِ فکر اور محققین نے اسے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ معنی کے لحاظ سے نظریہ سے مراد سوچ یا مقصد ہے جبکہ اصطلاحی

معنوں میں نظریہ کی تعریف اس طرح بھی کی جاسکتی ہے:

- ☆ کسی شے کو وجود میں لانے کے لیے ذہن میں جو سوچ، فکر اور نقشہ ابھرتا اور قائم ہوتا ہے، نظریہ کہلاتا ہے۔
- ☆ کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے بنایا گیا فکری خاکہ نظریہ کہلاتا ہے۔
- ☆ کسی خاص مقصد کے لیے کسی قوم کی اجتماعی سوچ کا ایک بات پر متفق ہوجانا بھی نظریہ کہلاتا ہے۔
- ☆ ایسی بات جو لوگوں کو متحد کر کے اس کے حصول کی کوشش پر آمادہ کر دے نظریہ کہلاتی ہے۔

نظریہ سے مراد ایسا ضابطہ یا پروگرام ہے جس کی بنیاد فلسفہ وتفکر پر رکھی گئی ہو اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں مثلاً سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی مسائل کے حل کے لیے کوئی لائحہ عمل بنایا گیا ہو۔

نظریہ کے ماخذ (Sources of Ideology)

نظریہ کے ماخذ درج ذیل ہیں:

1- مشترکہ مذہب (Common Religion)

مذہب محض عبادات کا مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی قوم کی پوری معاشرتی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ انیسویں صدی میں برصغیر پاک و ہند میں کئی ہندو تحریکوں مثلاً آریا سماج اور برہمو سماج وغیرہ نے جنم لیا۔ جن کا مقصد ہندوازم کی اشاعت اور مسلمانوں کو نیچا دکھانا تھا۔ آریا سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی نے تو حد کر دی تھی۔ اس نے شدھی کے نام سے ایک پروگرام شروع کیا جس کا مقصد غیر ہندوؤں کو زبردستی ہندو یعنی شدھی (ہندو ذہن کے مطابق پاک صاف) بنانا تھا۔ برہمو سماج کا بانی راجہ رام موہن رائے بھی مسلم دشمنی میں مسلمانوں کے خلاف تقاریر کرتا تھا۔ کانگرسی دورِ حکومت (39-1937ء) نے اس خیال کو مزید پختہ کر دیا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے اپنی مذہبی شناخت اور پہچان کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

2- مشترکہ سیاسی مقاصد (Common Political Objectives)

مشترکہ سیاسی مقاصد کی بدولت دنیا کی کئی اقوام نے اپنی آزادی کی جدوجہد کی۔ انگریزوں کی آمد سے برصغیر پاک و ہند میں جمہوریت کا تصور اُبھرا۔ جس میں حکومتی نمائندوں کا انتخاب ووٹ کے ذریعے عمل میں آنا تھا۔ آبادی کے لحاظ سے مسلمان برصغیر پاک و ہند میں اقلیت میں تھے لہٰذا حکومت میں مسلمانوں کا حصہ بھی تھوڑا تھا۔ نئے سیاسی نظام نے جو شعور دیا تھا اس کی وجہ سے مسلمانوں کا تشخص اُبھرنے لگا۔

3- مشترکہ تعلیمی مقاصد (Common Educational Objectives)

مشترکہ تعلیمی مقاصد بھی کسی قوم کے نظریہ کے ماخذ ہوتے ہیں۔ انگریزوں نے برصغیر پر قبضے کے بعد ایسا نظامِ تعلیم متعارف کرایا جس

میں انگریزی زبان کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔اس پر مسلم علماء نے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے انگریزی زبان سیکھنے کو خلافِ اسلام قرار دیا۔ بیشتر مسلمانوں نے نئے نظامِ تعلیم کو رَد کر دیا۔ یہ سب ایک نظریے کی بنیاد پر ہوا اور وہ نظریہ اسلام تھا۔

4- مشترکہ معاشی مقاصد (Common Economic Objectives)

مشترکہ معاشی مقاصد بھی کسی قوم کے نظریہ کے ماخذ ہوتے ہیں۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ہندو انگریزوں کو یہ بات سمجھانے میں کامیاب ہوگئے کہ جنگِ آزادی میں مسلمانوں کا کردار زیادہ تھا اور مستقبل میں بھی مسلمان دوبارہ اس قسم کی کوشش کرسکتے ہیں۔اس کے نتیجے میں انگریزوں کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ سخت ہوتا چلا گیا اور معاشی طور پر مسلمانوں پر ظلم جاری رہا۔ مسلمانوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ان تمام وجوہات کی بنا پر مسلمانوں کے لیے کاروبار اور تجارت کے مواقع ختم ہو گئے لیکن انھوں نے اپنے نظریے کو نہ چھوڑا۔

5- مشترکہ ثقافتی مقاصد (Common Cultural Objectives)

مشترکہ ثقافتی مقاصد کی بنیاد پر بھی کس قوم کا نظریہ جنم لیتا ہے۔ انگریزوں کے ہندوستان پر قبضے کے وقت اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی۔ برطانوی حکومت میں جب ہندوؤں کا حکومتی سطح پر عمل دخل بڑھا تو انھوں نے اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان کا درجہ دلوانے کی کوشش کی۔ اردو کیونکہ عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی لہٰذا اسے اسلام اور مسلمانوں کے قریب تصور کیا جاتا تھا جبکہ ہندی دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی تھی لہٰذا ہندوؤں نے اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان کا درجہ دینے کا مطالبہ کر دیا۔ مسلمانوں کو ہندی پڑھنے لکھنے پر عبور حاصل نہیں تھا۔ ہندوؤں کے اس عمل نے مسلمانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ متحدہ ہندوستان میں اپنے تشخص کو مزید برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔

نظریہ کی اہمیت (Importance of Ideology)

نظریہ لوگوں کی سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔ اقوام اسی وجہ سے زندہ نظر آتی ہیں۔نظریہ انسان کے ایک دوسرے کے ساتھ قومی حقوق و فرائض کی وضاحت کرتا ہے۔نظریہ قوم کو متحد رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔نظریہ مقاصد کے حصول کے لیے ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت بخشتا ہے۔نظریہ مقاصد کے حصول کے لیے جدوجہد کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور مقصد کے حصول کو یقینی بناتا ہے۔نظریہ انقلاب کو جنم دیتا ہے اور اس کی وجہ سے نئی راہیں نکلتی ہیں۔

کوئی بھی نظریہ فوراً وجود میں نہیں آتا بلکہ اس کے پیچھے کچھ واقعات کام کر رہے ہوتے ہیں۔ عام طور پر نظریہ معاشرے کے پسماندہ لوگوں میں محرومی کو ختم کرنے کے لیے وجود میں آتا ہے۔اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مشکل حالات اور سماجی دباؤ نظریے کو جنم دیتے ہیں اور معاشرے میں مشکلات کے شکار لوگ اس کی طاقت بنتے ہیں۔جس طرح امریکہ میں سیاہ رنگت کے لوگوں نے مساوی حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد شروع کی تو ان کا نظریہ مساوی حقوق کے حصول کا تھا۔ ایک لمبے عرصے تک بنیادی انسانی حقوق سے محرومی نے ان میں

مساوی حقوق کے حصول کے لیے ایک نظریے نے جنم لیا۔ اسی طرح برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے اپنے سماجی وسیاسی حقوق کے حصول کے لیے جب جدوجہد شروع کی تو اس کی وجہ انگریزوں اور ہندوؤں کا ظالمانہ رویہ تھا جس نے مسلمانوں کے اندر آزادی کی لہر پیدا کی اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کے لیے نظریہ وجود میں آیا۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر نظریہ کے پس پردہ تاریخ، روایات، رسم و رواج، مزاج، نفسیات اور مذہب جیسے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ یہی عناصر کسی بھی نظریے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

نظریۂ پاکستان کا مفہوم
(Meanings of Ideology of Pakistan)

اسلامی نظریۂ حیات نظریۂ پاکستان کی بنیاد ہے۔ نظریۂ پاکستان سے مراد برصغیر جنوبی ایشیا کے تاریخی حوالے سے مسلمانوں کا یہ شعور تھا کہ وہ اسلامی نظریۂ حیات کی بنیاد پر دوسری اقوام سے مختلف ہیں۔

ایک موقع پر قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا تھا کہ پاکستان تو اسی روز وجود میں آ گیا تھا جب برصغیر کا پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ "نظریہ" کی تعریف کی روشنی میں "نظریۂ پاکستان" وہ لائحہ عمل تھا جس کی بنیاد ایک خاص نظریہ یعنی "اسلام" پر رکھی گئی تھی۔ جس کو واضح کرنے کا مقصد اسلام کو ایک تہذیبی، ثقافتی، تمدّنی، سیاسی اور معاشی نظام کے طور پر نافذ کرنا تھا۔

پاکستان کا قیام ایک نظریے کے تحت عمل میں آیا، جو نظریۂ پاکستان کہلاتا ہے۔ نظریۂ پاکستان کی حیثیت پاکستان کے وجود میں روح کی طرح ہے جس کے بغیر پاکستان کے قیام کا کوئی تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ تحریکِ پاکستان کے دوران مسلمانانِ ہند نے شعوری طور پر ایک نظریے کے تحت آزاد مسلمان مملکت کے قیام کی جدوجہد کی۔ ذیل میں نظریۂ پاکستان کی تعریف پیش کی گئی ہے:

- ☆ نظریۂ پاکستان سے مراد ایک الگ خطۂ زمین کا حصول ہے جس میں مسلمانانِ برصغیر قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی قدروں اور نظریات کو محفوظ کر سکیں اور اپنی زندگیاں اسلام کے روشن اصولوں کے تحت گزار سکیں۔
- ☆ تحریکِ پاکستان اور تعمیرِ پاکستان کے مجموعی تصوّر کو نظریۂ پاکستان کہتے ہیں۔
- ☆ نظریۂ پاکستان وہ نظریاتی بنیاد ہے جس کے تحت برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی شناخت، حقوق، علیحدہ وطن اور قومی فلاح و بہبود کے لیے جدوجہد کی۔

ہندوستان میں اسلامی دورِ حکومت کے دوران میں اسلام کی بنیادی اقدار، مسلمان مصلحین اور سماجی و ثقافتی حوالے سے نظریۂ پاکستان کی وضاحت

نظریۂ پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان کی روح ہے اور اُس کی وجہ سے ہی محفوظ اور سلامت ہے۔ پاکستان کے وجود کا انحصار اسی نظریہ پر ہے جس کی بنیاد پر یہ وجود میں آیا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان اسی نظریے کے تحت قائم کیا اور یہی نظریہ اسے مضبوط اور

مستحکم رکھ سکتا ہے۔ اسلامی اصولوں کے نفاذ کے لیے ہی پاکستان قائم کیا گیا۔

اسلامی اقدار (Islamic Values)

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کے مطالبے کے وقت یہ طے کیا تھا کہ اسلام کے سنہرے اصولوں پر مبنی معاشرہ بنایا جائے گا جہاں اسلامی اقدار مثلاً انصاف، مساوات، آزادی اور رواداری کو فروغ دیا جائے گا۔ قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظمؒ سے سوال کیا گیا کہ تقسیم کیے بغیر برصغیر میں مسلمانوں کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہے تو پھر پاکستان کا مطالبہ کیوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

> ''بھائی چارہ، مساوات اور انسان دوستی ہمارے مذہب، ثقافت اور تہذیب کی بنیادی باتیں ہیں۔ چونکہ ہمیں ان بنیادی انسانی حقوق کے ختم ہونے کا خدشہ تھا اس لیے ہم نے پاکستان کی تخلیق کے لیے جدوجہد کی۔''

قائداعظمؒ کی نظر میں پاکستان کو ایک ایسا ملک بنانا تھا جہاں حقوق، انسانی آزادی، انصاف اور رواداری کارفرما ہونا تھی۔ اس طرح پاکستان دوسرے ممالک اور معاشروں کے لیے ایک مثال بن سکتا تھا تاکہ وہ بھی اس کے نقشِ قدم پر چل کر خوشگوار اور فلاحی صورت اختیار کرسکتے۔ نظریۂ پاکستان فلاحی اور مثالی ریاست کے قیام کی بنیاد سمجھا گیا۔

مسلمان مصلحین (Muslim Reformers)

برصغیر میں دوقومی نظریے کی ابتدا تو مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی ہوگئی تھی۔ پھر مختلف موقعوں پر اس نظریے کی وضاحت، ترقی اور مضبوطی کے امکان کی صورتیں پیدا ہوتی گئیں۔ 1867ء میں سرسید احمد خان نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں اور ایک دوسرے میں جذب نہیں ہوسکتیں۔ 1879ء میں مولانا جمال الدین افغانیؒ، 1890ء میں مولانا عبدالحلیم شرر اور 1928ء میں مولانا مرتضٰی احمد میکش نے مسلمانوں کے لیے الگ ریاست کے قیام کی بات کی۔ علامہ محمد اقبالؒ نے 1930ء میں خطبہ الٰہ آباد میں مسلمانوں کی الگ ریاست کا تصور پیش کیا۔

برصغیر کے مسلمانوں کے معاشرتی اور ثقافتی حالات
(Social and Cultural Conditions of Muslims of Sub-continent)

نظریۂ پاکستان ایک مخصوص طرزِ زندگی اور تہذیب وثقافت کی دعوت دیتا ہے۔ بلاشبہ برصغیر کی مسلم تہذیب وثقافت پر اسلام نے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کے منفرد نسلی وتمدنی، تاریخی ورثہ اور جغرافیائی ماحول کی وجہ سے بھی روایات نے نشوونما پائی۔ ایسے تمام طریقے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں تھے وہ یہاں کے مسلمانوں کا ثقافتی ورثہ تھا اور آج بھی ہے۔ برصغیر میں دوسری قوموں کے ساتھ رہ کر مسلمانوں نے اسلام کی ثقافتی اقدار کا تحفظ کیا۔

اسلام اپنی روح میں ایک جمہوری نظام ہے۔ اس میں شورائی طریقے کو اہمیت حاصل ہے اور اسلام میں قانون کی حاکمیت کو یقینی بنانا

مقصد ہوتا ہے۔ نظریۂ پاکستان پر عمل کرنے سے ہی برصغیر کے مسلمانوں میں رواداری، انصاف اور جمہوریت کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ نظریۂ پاکستان میں جمہوریت ایک اہم ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ قومی تعمیرِ نو کا انحصار ملی جذبوں کی آبیاری، جمہوریت کی کامیابی اور اسلام سے وابستگی پر ہے۔

برصغیر میں کئی زبانیں بولنے والے مسلمان رہتے تھے، اُن کی ثقافتیں، روایتیں، نسلیں اور سماجی ماحول مختلف تھے اور رنگوں میں بھی یکسانیت نہیں تھی۔ دینِ اسلام ہی وہ واحد طاقت تھی جو تمام مسلمانوں کو ایک قوم کے سانچے میں ڈھالے ہوئے تھی۔ اسلام کی رُو سے مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان ہمیشہ اپنی پہچان اپنے مذہب کے حوالے سے کراتے تھے۔ علامہ اقبالؒ نے مذہبی بنیادوں پر زور دیا اور کہا کہ مسلمان دینِ اسلام کی وجہ سے ایک ملت ہیں اور ان کی قوت کا انحصار اسلام پر ہے۔ انھوں نے مسلم ملت کی اساس کے حوالے سے حقیقی تصور اپنے اشعار میں یوں پیش کیا:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر	خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ
اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار	قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

کانگریس اور انگریز حکومت کی مشترکہ قوت قائدِ اعظمؒ اور آل انڈیا مسلم لیگ کے مضبوط ارادوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر رہی تھی۔ قائدِ اعظمؒ ان دونوں سے مسلمانوں کو آزادی دلانا چاہتے تھے۔ ہندوؤں کی عددی برتری اور انگریز حکومت کی بے پناہ طاقت مسلمانوں کو پاکستان بنانے سے نہ روک سکی۔ اس کی وجہ اسلام سے مسلمانوں کا وابستہ ہونا تھا۔ قائدِ اعظمؒ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے مسلسل کوشاں رہے اور مخالفتوں کے پہاڑ بھی اُن کا راستہ نہ روک سکے۔

مسلم قوم نے اپنے عظیم قائد کی سربراہی میں اپنے آپ کو ایک مضبوط اور بھرپور قوم ثابت کیا اور ملی اتحاد کے ذریعے مسلمانوں کے جداگانہ قومیت کے تصور کو کامیاب بنایا۔ یہ تصور نظریۂ پاکستان کہلایا۔

اسلامی ریاست اور اقلیتوں کے حقوق

قائدِ اعظمؒ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا تھا کہ پاکستان ایک مذہبی نہیں بلکہ اسلامی فلاحی ریاست ہوگی۔ یہاں غیر مسلموں کو مسلمانوں کے برابر درجہ ملے گا۔ وہ آزاد اور خوشگوار فضا میں سانس لے سکیں گے اور انھیں برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ رواداری اور انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔ 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں آپ نے اسلامی ریاست کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ عبادت کے لیے اپنی مخصوص عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ کا تعلق چاہے کسی عقیدے سے ہو، ریاست کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ پاکستان کے تمام شہری مساوی ہیں اور انھیں مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔''

نظریۂ پاکستان سے آگاہی (Awareness about Ideology of Pakistan)

آج کی نوجوان نسل کو نظریۂ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے مقاصد سے پوری طرح آگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ جذباتی رشتے اور محبت کو جاری رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ آج کی پاکستانی قوم کو نظریۂ پاکستان سے پوری طرح آگاہی دی جائے۔ انھیں اُس عظیم تحریک سے آگاہ کیا جائے جو پاکستان کی تخلیق کے لیے برصغیر میں چلائی گئی۔ پاکستان کے عوام کو مضبوط اور متحد رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ انھیں نظریۂ پاکستان کی اہمیت اور تحریکِ پاکستان کے رہنماؤں کی قربانیوں کا پوری طرح علم ہو۔ ملک بھر میں زبان، علاقہ اور صوبوں کی سطح پر نفرتوں کے خاتمے کے لیے نظریۂ پاکستان سے دلی لگاؤ پیدا کرنا ضروری ہے۔

نظریۂ پاکستان کے عناصر
(Elements of Ideology of Pakistan)

نظریۂ پاکستان کی بنیاد اسلامی نظریۂ حیات پر رکھی گئی ہے۔ عقائد، عبادات، قانون کی حکمرانی، اخوت و مساوات اور عدل و انصاف نظریۂ پاکستان کے عناصر ہیں۔ ان عناصر کی تفصیل ذیل میں پیش ہے:

1- عقائد (Beliefs)

عقائد میں توحید، رسالت، آخرت، ملائکہ اور الہامی کتابوں پر ایمان لانا شامل ہے۔ عقائد کے مجموعے کو ایمان کہتے ہیں۔

☆ عقیدۂ توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وہ واحد اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس کے علم سے باہر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۃ البقرہ، آیت نمبر 20) یعنی کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں، اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 30) کے مطابق انسان کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نائب کی ہے لہٰذا مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے اور انسان کے نائب ہونے کے عقیدے سے خود بخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان اپنی طاقت کی حد تک عمل پر قادر ہے لیکن اصل قدرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان اپنی طاقت کے مطابق عمل کرے اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔

☆ عقیدۂ رسالت کا مطلب تمام رسولوں پر ایمان لانا، دائرہ اسلام میں آنے کے لیے لازم ہے کہ رسالت کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اور کسی اعتبار سے بھی اس میں شک و شبہ نہ کیا جائے۔ قرآنِ مجید اور اسوۂ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو سرچشمۂ ہدایت ماننا اور حضرت محمد رَسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول اور آخری نبی ماننا اور یہ ایمان رکھنا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، عقیدۂ رسالت کا لازمی جزو ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

2- عبادات (ارکانِ اسلام Pillars of Islam)

توحید و رسالت اسلام کا پہلا رکن ہے۔ دوسرا رکن نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر نماز کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ نماز کو مقررہ اوقات کے مطابق ادا کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات مقررہ میں ادا کرنا فرض ہے۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر: 103)

دراصل نماز قائم کرنا، دینِ اسلام کو قائم کرنے کا وہ نمونہ ہے جس کا مظاہرہ ہر روز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایسا ہی نظام پورے معاشرے میں قائم ہونا چاہیے۔ اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور اسلام کے معاشی نظام کی مضبوطی کا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ کے نظام کی وجہ سے دولت چند ہاتھوں میں اکٹھی ہونے کے بجائے گردش میں رہتی ہے اور معاشرے کے غریب طبقے تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ چوتھا رکن روزہ ہے۔ تمام عبادات کی طرح روزہ بھی فرض کا بہترین اظہار ہے اور بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان قربت کا ذریعہ ہے۔ حج اسلام کا پانچواں رکن ہے جو صاحبِ استطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ حج کے موقع پر اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کی پکار مسلمانوں کے اتحاد اور بھائی چارے کی ایسی مثال ہے جو دنیا میں کہیں نظر نہیں آتی۔

3- قانون کی حکمرانی (Rule of Law)

قانون کی حکمرانی اسلام کے نظام کی اہم خوبی ہے۔ اس کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ قانون کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن اور اسوۂ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ قانون کی بنیاد ہیں۔ بادشاہ اور غلام بھی اس قانون کے سامنے برابر ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے نظام میں جمہوریت کی روح موجود ہے۔ حکمرانوں کو باہمی مشورے کے ذریعے فیصلوں کا پابند کر کے جمہوریت کی مہر لگا دی گئی ہے، شرط یہ ہے کہ تمام فیصلے قرآن و سنت کی روشنی میں ہوں۔

4- اخوت و مساوات (Equality and Brotherhood)

اسلامی معاشرہ میں اخوت و مساوات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مدینہ منورہ میں جب اسلامی حکومت قائم ہوئی تو اس میں اخوت اور مساوات مثالی تھی۔ آج بھی اسلامی معاشرہ اسی اخوت و بھائی چارے اور مساوات کا تقاضا کرتا ہے جو ''مواخاتِ مدینہ'' میں نظر آئی تھی۔ اسلام سے پہلے اس اصول کی شدید کمی تھی اور لوگ ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے لیکن مدینہ کی ریاست کے وجود سے حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ نے حقوق العباد پر عمل کرتے ہوئے یتیموں، بیواؤں اور ناداروں پر شفقت کرنے کی تلقین کی۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ نے لوگوں کو زندگی بسر کرنے کا ضابطہ دیا تاکہ لوگ آپس میں محبت سے رہ سکیں اور معاشرے میں بھائی چارے اور مساوات کی فضا قائم ہو۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ نے زکوٰۃ اور خیرات کے نظام کو وضع کیا اور سود کو حرام قرار دیا کیونکہ اسلام میں دوسروں کے استحصال (لُوٹ کھسوٹ) کی کوئی گنجائش نہیں۔

اخوت اس بات کا درس دیتی ہے کہ آپس میں برادرانہ تعلقات قائم ہونے چاہئیں تا کہ کسی کے حقوق چھینے نہ جا سکیں اور نہ ہی کوئی کمزور پر ظلم کرے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کے ساتھ خیانت نہ کرے اور نہ اُس سے جھوٹ بولے (سنن الترمذی، حدیث نمبر: 1927)۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ نے کینہ اور حسد سے باز رہنے کا درس دیا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اتفاق سے رہیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

اسلامی معاشرہ میں جہاں اخوت اور بھائی چارے کو مقام حاصل ہے وہاں مساوات پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اقبالؒ کے الفاظ میں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز　　　نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

کیونکہ اسلام میں اُونچ نیچ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام نے ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی ہے جس میں غریب اور امیر سب ایک جیسے ہیں، کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں۔ حضرت محمد رَسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ نے اس حقیقت کو اپنے آخری خطبہ میں یوں بیان فرمایا ہے:

''اے لوگو! بے شک تمھارا رب بھی ایک ہے اور تمھارا باپ بھی ایک۔ آگاہ رہو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔'' (مسند احمد، حدیث نمبر: 4568)

اسلام تو نام ہی مساوات کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شخص برتر نہیں ہے۔ اگر کوئی بڑا ہے تو اچھے اعمال کی بنا پر بڑا ہو سکتا ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ مسجد میں کوئی شخص افضل نہیں ہے۔ سب ایک امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اللہ کے حضور کسی کو برتری حاصل نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مساوات نسل انسانی کا درس دیتے ہوئے سورۃ الحجرات میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

ترجمہ: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر: 13)

5- عدل و انصاف (Justice and Equity)

عدل و انصاف کے بغیر کوئی بھی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا لہٰذا عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ معاشرہ میں ہر کسی کو اس کا حق ملے۔ جہاں انصاف پر مبنی معاشرہ ہو گا وہاں معاشرے کی دوسری خرابیاں خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی کیونکہ اس طرح کوئی کسی کا حق غصب نہیں کر سکے گا۔ سزا کے خوف سے کوئی بے ایمانی یا ناانصافی کا مرتکب نہ ہو گا۔ طلوعِ اسلام سے پہلے اس قسم کی بے ایمانی کہ طاقتور کو سزا نہ دینا جب کہ کمزور

کو سزا دینا عام تھا لیکن اسلام کے بعد عدل و انصاف کا بول بالا ہوا۔ معاشرہ میں عدل و انصاف کی فضا قائم ہوئی اور مسلمان معاشرے میں انصاف ایک اہم ضرورت بن گیا۔

عدل و انصاف کی ضرورت زندگی کے ہر شعبے میں ہے۔ عدل و انصاف کے نفاذ کو ممکن بنانا عدالتی نظام کی ذمہ داری ہے۔ اس مقصد کے لیے عدالتوں کا آزاد ہونا نہایت ضروری ہے۔ ججوں پر کسی قسم کا سیاسی دباؤ نہیں ہونا چاہیے تاکہ قانون کا اطلاق سب پر یکساں ہو۔ کوئی امیر ہو یا غریب سزا سب کے لیے جرم کے مطابق ہونی چاہیے۔

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے کہ جو قوم عدل و انصاف کو ترک کر دیتی ہے تباہی اور بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے عدل و انصاف کی بہت سی مثالیں چھوڑی ہیں جو دنیا کے لیے نمونہ ہیں۔ ایک دفعہ قبیلہ بنو مخزوم کی عورت نے چوری کی اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے سفارش کی گئی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

"تم سے پہلے قومیں اسی لیے تباہ و برباد ہو گئیں کہ ان میں جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تھا تو اسے سزا نہیں دی جاتی تھی۔ اور اگر کوئی چھوٹا آدمی جرم کرتا تو اس پر حد لاگو کر دی جاتی تھی۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (رَسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" (صحیح البخاری، کتاب: حد اور سزاؤں کے بیان میں، حدیث: 6787)

عدل و انصاف کی اہمیّت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کسی بھی معاشرہ میں قانون کی بالادستی سے معاشرہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی، ثقافتی، سماجی و معاشی محرومی کے حوالے سے دو قومی نظریہ کی ابتدا اور ارتقا کی وضاحت

دو قومی نظریہ: ابتدا اور ارتقا کی وضاحت

(Two-Nation Theory: Origin and Evolution)

دو قومی نظریہ سے مُراد یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان آباد ہیں۔ یہ دونوں قومیں صدیوں تک ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے باوجود آپس میں گھل مل نہ سکیں۔ دو قومی نظریہ کی بنیاد مسلمانوں کا علیحدہ تشخص ہے۔ پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا۔ دو قومی نظریہ کا نصب العین یہ تھا کہ اسلام کے دو قومی تصور کی بنیاد پر ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک ایسی آزاد ریاست قائم کی جائے جس میں رہتے ہوئے وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔

1- برصغیر میں دوقومی نظریے کی ابتدا (Two-Nation Theory in Sub-continent)

برصغیر میں دوقومی نظریے کی ابتدا مسلمانوں کی آمد اور محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے ہوئی۔712ء میں عرب نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم نے سندھ کے راجہ داہر کو شکست دی۔ محمد بن قاسم کے ساتھ کچھ عرب تبلیغِ اسلام کے لیے بھی آئے اور وہ مستقل طور پر سندھ اور ملتان میں آباد ہو گئے۔ محمد بن قاسم کے حسنِ سلوک، رواداری اور انصاف نے مقامی لوگوں کو اس قدر متاثر کیا کہ وہ اُسے اوتار اور دیوتا سمجھنے لگے۔تبلیغ کرنے والوں نے اِن لوگوں کو اسلام کی سیدھی، سچی اور توحید کی راہ دکھائی اور یہ لوگ بخوشی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد غزنوی دورِ حکومت شروع ہوتا ہے جو 1003ء سے 1206ء تک محیط ہے۔اس دور میں موجودہ پاکستانی علاقوں میں فارسی زبان نے رواج پکڑا اور اسلامی تہذیب کے نقوش گہرے ہوئے۔1206ء میں قطب الدّین ایبک نے سلطنتِ دہلی کی بنیاد رکھی۔ سلطنت دہلی کا دورِ حکومت 1526ء تک رہا جس میں خاندانِ غلاماں، خاندانِ خلجی، خاندانِ تغلق، سادات اور لودھی خاندان نے حکومت کی۔ 1526ء میں ظہیرالدین بابر نے دہلی میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی جو 1857ء تک قائم رہی۔مغلیہ دورِ حکومت میں بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب مشہور حکمران تھے۔آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر کو انگریزوں نے 1857ء کی جنگِ آزادی میں شکست دینے کے بعد رنگون (میانمار) میں قید کر دیا۔ جہاں وہ بعد میں انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

2- سر سید احمد خان اور دوقومی نظریہ (Sir Syed Ahmad Khan and Two-Nation Theory)

انگریزوں کے ہندوستان پر قبضے کے بعد جس شخصیت نے سب سے پہلے مسلمانوں کو علیحدہ قوم قرار دیا، وہ سر سید احمد خان تھے۔ابتدا میں سر سید احمد خان متحدہ قومیت کے حامی تھے لیکن جب 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندو انگریزوں کے زیادہ قریب ہو گئے تو سر سید کو یہ اِحساس ہوا کہ ہندو کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے ۔ 1867ء میں بنارس میں اردو، ہندی تنازع کے موقع پر آپ نے واضح اعلان کیا کہ مسلمان اور ہندو الگ الگ قومیں ہیں۔اس کے بعد انھوں نے مسلمانوں کی تعلیمی اور سیاسی میدان میں ترقی کے لیے جدوجہد کا آغاز کر دیا۔اس سلسلے میں تعلیمی ترقی کے لیے ایم۔اے۔او ہائی سکول اور کالج کا قیام اہم اقدام تھے۔اسی طرح 1885ء میں سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو سیاسی جماعت کانگریس میں شمولیت سے منع کر کے ان کے سیاسی حقوق کا تحفظ کیا۔اس کے بعد سر سید نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا پلیٹ فارم مہیا کر کے مسلمانوں کی سیاسی ترقی کے لیے راستہ ہموار کیا۔



سر سید احمد خان

کیا آپ جانتے ہیں؟

سر سید احمد خان 1817 میں پیدا ہوئے اور 1898 میں وفات پائی۔

3- چودھری رحمت علی اور دوقومی نظریہ (Ch. Rehmat Ali and Two-Nation Theory)



چودھری رحمت علی

چودھری رحمت علی اسلامیہ کالج لاہور کے نامور طالب علم تھے۔ جنوری 1931ء میں انھوں نے کیمبرج کالج میں قانون کے شعبے میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلہ لیا۔ 1933ء میں آپ نے لندن میں پاکستان نیشنل موومنٹ کی بنیاد رکھی۔ 28 جنوری 1933ء کو انھوں نے "اب یا پھر کبھی نہیں" (Now OR Never) کے عنوان سے چار صفحات پر مشتمل مشہور کتابچہ جاری کیا، جو تحریک پاکستان کے لیے مضبوط دیوار ثابت ہوا۔ اور برصغیر کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیگر قومیں بھی لفظ "پاکستان" سے آشنا ہوئیں۔

چودھری رحمت علی نے دوقومی نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "برصغیر میں کئی اقوام آباد ہیں۔ اِن میں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان ہیں۔ جو صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے باوجود آپس میں گھل مِل نہیں سکیں۔ اُن کے بنیادی اصول اور رہن سہن کے طریقے ایک دوسرے سے اِس قدر مختلف ہیں کہ سیکڑوں برس کی ہمسائیگی اور ایک حکومت کے زیرِ سایہ رہنے کے باوجود اُن میں مشترکہ قومیت کا تصور پیدا نہ ہوسکا۔"

کیا آپ جانتے ہیں؟
چودھری رحمت علی 1897 میں پیدا ہوئے آپ نے اسلامیہ کالج لاہور اور کیمبرج یونیورسٹی (برطانیہ) سے تعلیم حاصل کی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی محرومی
(Economic Deprivation of Muslims in India)

☆ انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی 1600ء میں قائم کی۔ کمپنی ہندوستان میں ایسی معاشی پالیسیاں بناتی تھی جس کا زیادہ سے زیادہ مالی فائدہ خود انگریزوں کو ہوتا تھا۔

☆ انگریزوں نے اپنی صنعت وتجارت کے تحفظ کے لیے ہندوستان کے عوام پر بھاری ٹیکس لگائے، جس سے مسلمان بھی متاثر ہوئے۔

☆ انگریزوں نے مسلمانوں کو ان تمام عہدوں سے ہٹا دیا جو اِن کے آباؤ اجداد کے دور سے ان کے پاس چلے آرہے تھے۔ مسلمانوں کو نئے عہدوں سے بھی محروم رکھا گیا۔ اس طرح مسلمان معاشی طور پر بدحالی کا شکار ہو گئے۔

☆ انگریزوں نے ہندوؤں کو معمولی عہدوں سے ترقی دے کر اعلیٰ عہدوں تک پہنچا دیا۔

☆ انگریزوں نے مسلمانوں کی زمینیں چھین کر دوسری اقوام کو دے دیں۔

☆ مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے نکال دیا اور ان پر آئندہ کے لیے سرکاری ملازمت کا حصول مشکل بنا دیا گیا۔

☆ انگریزوں کے دور میں بنگال میں امن وامان کی خرابی کے باعث مناسب زراعت نہ ہونے سے اجناس کی قلت ہوگئی۔ ان علاقوں

میں موجود تمام زرعی اور صنعتی ذرائع ناپید ہو گئے۔

☆ بنگال میں ریشم اور سُوت کے کاریگر اور تاجر دوسرے شہروں کی طرف چلے گئے۔ تجارتی مال کی نقل و حمل پر جگہ جگہ محصول (ٹیکس) دینے سے مال کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی جو خریداروں کی قوتِ خرید سے کہیں زیادہ تھی۔ اس سے تجارت بہت متاثر ہوئی۔ اس طرح دوسری اقوام کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بھی بہت نقصان اٹھانے پڑے۔

☆ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نئے ٹیکسوں کے باعث کسانوں پر محصول (ٹیکس) کی شرح بڑھ گئی۔ اس طرح انگریزوں کے ہاتھوں مقامی زراعت کو سخت نقصان پہنچا۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کی روشنی میں نظریۂ پاکستان کی وضاحت

علامہ محمد اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ارشادات کی روشنی میں نظریۂ پاکستان کی وضاحت ذیل میں کی گئی ہے:

نظریۂ پاکستان اور علامہ محمد اقبالؒ (Allama Iqbal and Ideology of Pakistan)

علامہ محمد اقبالؒ برصغیر کے ان مسلم رہنماؤں میں سے ایک ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو الگ ریاست کا تصور دیا اور اپنی شاعری کے ذریعے ان کو بیدار کیا۔ پہلے پہل آپ بھی ہندو مسلم اتحاد کے حامیوں میں سے تھے لیکن ہندوؤں کی تنگ نظری نے جلد ہی علامہ محمد اقبالؒ کو اس بات پر سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ الگ ملک کا مطالبہ کریں۔ آپ نے خطبہ الٰہ آباد 1930ء کے ذریعے مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست کا مطالبہ کیا تاکہ مسلمان اس میں رہ کر اپنے مذہب اور ثقافت کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ آپ نے فرمایا:



علامہ محمد اقبالؒ

''مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو بالآخر ایک اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت تمدّنی قوت زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے۔ میں صرف ہندوستان میں اسلام کی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کر رہا ہوں۔''

برصغیر میں چونکہ دو الگ الگ قومیں آباد تھیں اس لیے علامہ محمد اقبالؒ مسلمانوں کو ایک بڑی اور الگ قوم کی حیثیت سے اجاگر کرنا چاہتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ سیاسی، سماجی اور معاشی تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے الگ ریاست ہو۔

نظریۂ پاکستان اور قائداعظمؒ (Quaid-e-Azam and Ideology of Pakistan)

☆ تاریخ میں کچھ ایسی شخصیات ملتی ہیں جنھوں نے اقوام کی تقدیر کو ہی بدل کر رکھ دیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ برصغیر کی ان شخصیات میں سے ایک ہیں جنھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی تقدیر کو بدل کر رکھ دیا۔


قائداعظم محمد علی جناحؒ

☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ دوقومی نظریہ کے زبردست حامی تھے اور وہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کو الگ قوم کا درجہ دیتے تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں فرمایا:
''قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے الگ قوم ہیں۔ وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اپنی الگ مملکت قائم کریں۔ مسلمانوں کی یہ خواہش ہے کہ وہ اپنی روحانی، اخلاقی، تمدنی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کی مکمل نشوونما کریں اور اس مقصد کے لیے جو طریقہ اپنانا چاہیں وہ اپنائیں۔''

☆ قراردادِ لاہور 23 مارچ 1940ء کو پیش ہوئی جس میں آپ نے خطبہ صدارت دیتے ہوئے فرمایا:

''ہندو اور مسلمان دو علیحدہ مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں جو بالکل مختلف عقائد پر قائم ہیں اور مختلف نظریات کی عکاسی کرتے ہیں۔ دونوں اقوام کے ہیروز، رزمیہ کہانیاں اور واقعات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہٰذا دونوں قوموں کو ایک لڑی میں پرونے کا مقصد برصغیر کی تباہی ہے کیونکہ یہ برابری کی سطح پر نہیں بلکہ اقلیت اور اکثریت کے روپ میں موجود ہیں۔ برطانوی حکومت کے لیے بہتر ہوگا کہ ان دونوں قوموں کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے برصغیر کی تقسیم کا اعلان کرے جو کہ تاریخی اور مذہبی لحاظ سے ایک صحیح قدم ہوگا۔''

☆ 29 دسمبر 1940ء کو احمد آباد میں خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

''پاکستان صدیوں سے موجود رہا ہے، شمال مغرب مسلمانوں کا وطن رہا ہے، ان علاقوں میں مسلمانوں کی آزاد ریاستیں قائم ہونی چاہییں تاکہ وہ اسلامی شریعت کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔''

> **کیا آپ جانتے ہیں؟**
> 1933ء میں جب قائداعظمؒ برصغیر کی سیاست سے مایوس ہوئے تو لیاقت علی خان اور دوسرے مسلم رہنماؤں نے انھیں واپس آنے کے لیے قائل کیا۔

☆ پاکستان بننے کے بعد آپ نے فرمایا:

''ہمیں پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان کے جھگڑوں سے بالاتر ہو کر سوچنا چاہیے۔ ہم صرف اور صرف پاکستانی ہیں۔ اب ہمارا فرض ہے کہ پاکستانی بن کر زندگی گزاریں۔ اس کے علاوہ آپ نے اقلیتوں کو مکمل تحفظ دینے اور برابری کے حقوق دینے کا اعلان کیا، یہی

اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔"

☆ 11 اکتوبر 1947ء کو حکومت پاکستان کے افسران سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

"ہمارا نصب العین یہ ہے کہ ہم ایک ایسی مملکت تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں، جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصولوں کو ابھارنے کا موقع ملے۔"

☆ یکم جولائی 1948ء کو قائداعظمؒ نے سٹیٹ بینک کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

"مغرب کا معاشی نظام انسانیت کے لیے ناقابلِ حل مسائل پیدا کر رہا ہے اور یہ لوگوں کے درمیان انصاف قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک ایسا معاشی نظام پیش کرنا چاہیے جو اسلام کے صحیح تصور مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو۔"

مشقی سوالات

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ کانگریسی وزارتوں کا دور رہا:

(الف) 1933-35ء
(ب) 1939-41ء
(ج) 1941-43ء
(د) 1937-39ء

☆ قرارداد لاہور 1940ء میں خطبہ صدارت دیا:

(الف) مولانا ظفر علی خان نے
(ب) قائدِاعظم محمد علی جناحؒ نے
(ج) لیاقت علی خان نے
(د) شیرِ بنگال مولوی فضل الحق نے

☆ ایم۔اے۔او سکول اور کالج قائم کیا:

(الف) سر سید احمد خان نے
(ب) چودھری رحمت علی نے
(ج) قاضی عیسیٰ نے
(د) مولوی فضل الحق نے

☆ 1867ء میں جب بنارس میں ہندوؤں کی مسلم دشمنی کھل کر سامنے آ گئی۔ جس پر سر سید احمد خاں نے واضح اعلان کیا کہ:

(الف) مسلمان اور ہندو الگ الگ قومیں ہیں۔
(ب) مسلمان سیاست سے الگ رہیں۔
(ج) ہندو ہمارے دوست نہیں ہیں۔
(د) مسلمان انگریزی تعلیم حاصل کریں۔

☆ نظریۂ پاکستان کی بنیاد ہے:

(الف) اجتماعی نظام (ب) دو قومی نظریہ

(ج) ترقی پسندیت (د) اسلامی نظریۂ حیات

☆ 1930ء میں مسلمانوں کو الگ ریاست کا تصور دینے والی شخصیت ہے:

(الف) قائداعظمؒ (ب) علامہ محمد اقبالؒ

(ج) سر سید احمد خان (د) مولانا محمد علی جوہر

☆ قیام پاکستان کا مطالبہ کرتے وقت مسلمانوں کی سوچ تھی کہ:

(الف) عالمِ اسلام کا اتحاد قائم ہو (ب) مسلم قوم بہتر تعلیم حاصل کر سکے

(ج) وہ اپنے مذہب اور عقائد کے مطابق زندگی بسر کر سکیں (د) ملک میں معاشی ترقی ہو

2- خالی جگہ پر کریں۔

☆ نظریہ لوگوں کی --------------- کی عکاسی کرتا ہے۔

☆ انگریزوں نے ہندوستان کے عوام پر بھاری ------------- لگائے۔

☆ علامہ اقبالؒ برصغیر کے ان مسلم رہنماؤں میں سے ایک ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو الگ------------- کا تصور دیا۔

☆ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے------------- کے مسلمانوں کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔

☆ چودھری رحمت علی نے------------- میں پاکستان نیشنل موومنٹ کی بنیاد رکھی۔

3- کالم الف اور کالم ب کو ملائیں اور درست جواب کالم ج میں لکھیں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
1206ء میں	ایک کتابچہ 'Now or Never' شائع کیا۔	
غزنوی دور حکومت	بنارس شہر سے شروع ہوا۔	
اُردو، ہندی تنازع 1867ء میں	مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی	
چودھری رحمت علی نے جنوری 1933ء میں	1003ء سے 1206ء تک محیط ہے۔	
1526ء میں ظہیر الدین بابر نے	قطب الدین ایبک نے سلطنت دہلی کی بنیاد رکھی۔	

4- **مختصر جوابات دیں۔**

☆ قائداعظمؒ نے یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بینک کا افتتاح کرتے ہوئے کیا فرمایا؟

☆ دوقومی نظریہ سے کیا مراد ہے؟

☆ نظریۂ پاکستان کی تعریف کریں۔

☆ عقیدۂ رسالت کی تعریف کریں۔

☆ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کرنے کا مقصد کیا تھا؟

☆ ''اب یا پھر کبھی نہیں'' (Now OR Never) کے عنوان سے شہرۂ آفاق کتابچہ کب اور کس نے جاری کیا؟

5- **درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جوابات دیں۔**

☆ نظریہ کے ماخذ اور اہمیت واضح کریں۔

☆ نظریۂ پاکستان کے عناصر کی تفصیل سے وضاحت کریں۔

☆ علامہ محمد اقبالؒ کے ارشادات کی روشنی میں نظریۂ پاکستان کی وضاحت کریں۔

☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کا احاطہ کریں۔

☆ برصغیر میں اسلام کی بنیادی اقدار اور سماجی وثقافتی حوالے سے نظریۂ پاکستان کی وضاحت کریں۔

☆ دوقومی نظریہ کی وضاحت کریں۔

سرگرمی

☆ نظریۂ پاکستان کے حوالے سے ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ

☆ برصغیر میں دو اقوام کا تصور طلبہ پر واضح کریں۔

تحریکِ پاکستان اور پاکستان کا قیام

باب 2

(The Pakistan Movement and Emergence of Pakistan)

تدریسی مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- تحریکِ پاکستان کے تاریخی واقعات مختصراً بیان کر سکیں۔

☆ 1857-1940

☆ 1940-1947

2- قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی اور آئینی کوششوں کے حوالے سے قیام پاکستان میں ان کے کردار پر بحث کر سکیں۔

3- قیامِ پاکستان کے بعد درپیش ابتدائی مسائل (معاشی، سیاسی، مہاجرین اور انتظامی) بیان کر سکیں۔

4- گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے کردار اور کارناموں پر بحث کر سکیں۔

5- وزیر اعظم کی حیثیت سے لیاقت علی خان کے کردار اور کارناموں کی خاص طور پر قراردادِ مقاصد 1949ء کے حوالے سے نشاندہی کر سکیں۔

6- 1956ء کے آئین کے نمایاں پہلوؤں کی نشاندہی کر سکیں۔

7- 1958ء کے مارشل لا کی وجوہات کی وضاحت کر سکیں۔

8- ایوب خان کے کارناموں اور اصلاحات کی وضاحت کر سکیں۔

9- 1962ء کے آئین کے نمایاں خدوخال کی نشاندہی کر سکیں۔

10- 1965ء کے صدارتی انتخابات اور اور ان کے سیاست پر اثرات پر بحث کر سکیں۔

11- 1965ء کی جنگ کے دوران پاکستانی عوام اور افواج پاکستان کے جذبے کو سمجھ سکیں۔

12- یحییٰ خان کے ایل ایف او کے اہم پہلوؤں پر بحث کر سکیں۔

13- 1970ء کے انتخابات اور ان کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

14- مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب پر بحث کر سکیں۔

تحریکِ پاکستان کا پس منظر (Background of Pakistan Movement)

برصغیر جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی آمد 712ء میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے شروع ہوئی۔ مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کی وفات (1707ء) کے بعد مسلم حکومت میں زوال کے آثار نمودار ہوئے لیکن اس کے چند ہی سال بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ کی شکل میں ایک مصلح اور مجدّد منظر پر آجانے سے برصغیر میں اسلام کے احیا اور مسلمانوں کے استقلال کی پرزور تحریک کا آغاز ہوا۔

سیاسی سطح پر انگریزوں نے تجارتی ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر اپنا اثرورسوخ خوب بڑھایا۔ 1757ء میں بنگال کے نواب سراج الدّولہ نے انگریزوں کا راستہ روکنا چاہا لیکن وہ اپنوں کی سازش کی وجہ سے جنگِ پلاسی میں شہید ہوگئے۔ 1799ء میں میسور کے حکمران ٹیپو سلطان کو بھی اپنوں کی غداری کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ علمی محاذ پر شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادگان اور ان کی اولاد اور پھر ان کے شاگرد سرگرمِ عمل رہے۔ ان کے زیرِ اثر تحریکِ مجاہدین شروع ہوئی، جس کے امیر سید احمد شہیدؒ بریلوی تھے۔

1831ء میں سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفیق خاص سید اسمٰعیل شہیدؒ بالاکوٹ میں سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ عسکری سطح پر احیائے اسلام کی آخری کوشش بھی ناکام ہوگئی۔ تربیتی میدان میں اس تحریک کے اثرات جاری رہے اور خاص طور پر بنگال میں فرائضی تحریک نمایاں ہوئی۔ فرائضی تحریک کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو فرائض کی ادائیگی اور دعوت وتلقین تھا۔ 1857ء کی جنگ آزادی بھی مسلمانوں کے سیاسی احیا اور استقلال کی ایک کوشش تھی۔

تحریکِ علی گڑھ اور سرسید احمد خان
(Aligarh Movement and Sir Syed Ahmed Khan)

☆ جنگ آزادی میں ناکامی کے ساتھ ہی برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ کا سیاہ ترین دور شروع ہوگیا۔ مسلمان بحیثیت قوم انگریزوں کی نفرت اور انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنے۔ ان حالات میں سرسید احمد خان نے تحریکِ علی گڑھ کے ذریعے قوم کی راہنمائی کا بیڑہ اٹھایا۔ سرسید احمد خان کی تحریکِ علی گڑھ کے مقاصد درج ذیل تھے:


سرسید احمد خان

1- حکومت اور مسلمانوں کے درمیان اعتماد بحال کرنا۔

2- مسلمانانِ برصغیر کو جدید علوم اور انگریزی زبان سیکھنے کی طرف راغب کرنا۔

3- مسلمانانِ برصغیر کو سیاست سے باز رکھنا۔

☆ آپ 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مسلمانوں کی تعلیمی، سیاسی اور مذہبی ترقی کے لیے عملی کام کیا۔ آپ نے اس بات کا اندازہ لگالیا تھا کہ مسلمان تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کرسکتے۔

☆ 1859ء میں آپ نے مراد آباد میں ایک سکول قائم کیا۔ 1863ء میں آپ نے غازی پور میں سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ آپ نے 1875ء میں علی گڑھ میں جو سکول قائم کیا، وہ 1877ء میں کالج اور 1920ء میں یونیورسٹی بن گئی۔ بیسویں صدی کے شروع میں مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ اسی تعلیمی ادارے کا تعلیم یافتہ تھا۔

☆ رسالہ ''اسبابِ بغاوتِ ہند'' بھی سرسید احمد خان کی ایک اہم سیاسی خدمت تھی۔ اس رسالہ میں آپ نے 1857ء کی جنگ آزادی کے حقیقی اسباب سے انگریز حکومت کو آگاہ کیا۔ جنگِ آزادی کے بعد سرسید احمد خان کی حیثیت سیاسی مسیحا سے کم نہ تھی۔ مسلمانانِ برصغیر کے وجود کو قائم رکھنے کے لیے آپ آگے بڑھے اور انگریزوں کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی۔

☆ سرسید احمد خان سیاسی طور پر مسلمانوں کو کمزور سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے 1885ء میں قائم ہونے والی انڈین نیشنل کانگریس میں مسلمانوں کو شامل ہونے سے روکا۔ انھوں نے مسلمانوں کو تعلیم کی طرف توجہ دینے کے لیے کہا تاکہ مسلمان پہلے تعلیم حاصل کریں اور پھر سیاست میں حصہ لیں۔

☆ سرسید احمد خان کے کارنامے ان کی زندگی تک محدود نہ تھے بلکہ انھوں نے ایسی تحریک شروع کی جس نے ان کی وفات کے بعد بھی قومی خدمات کا کام جاری رکھا۔ سرسید احمد خان نے تحریک علی گڑھ کے ذریعے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جس سے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کی تشکیل ہوئی۔

تقسیمِ بنگال 1905ء (Partition of Bengal 1905)

برطانوی ہند میں بنگال کا صوبہ آبادی اور رقبے کے لحاظ سے دیگر تمام صوبوں سے بڑا تھا۔ یہاں کا اقتصادی اور معاشی نظام مکمل طور پر ہندوؤں کے کنٹرول میں تھا۔ 1905ء میں جس وقت لارڈ کرزن (Lord Curzon) ہندوستان کے وائسرائے تھے، ان کی سفارش پر برطانوی پارلیمنٹ نے انتظامی سہولت کے پیش نظر بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ انگریزوں کے مطابق اتنے بڑے اور وسیع صوبے کا انتظام صحیح طریقے سے چلانا ایک گورنر کے بس کی بات نہ تھی۔ اس تقسیم کے نتیجے میں بنگال کے دو صوبے، مشرقی بنگال اور مغربی بنگال بن گئے۔ تقسیم بنگال سے ہندوؤں اور مسلمانوں پر مختلف اثرات مرتب ہوئے۔ مسلمان اس تقسیم سے بڑے خوش تھے کیونکہ مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت تھی، جو ایک نیا صوبہ بن گیا لیکن ہندو اس تقسیم سے ناخوش تھے۔ وہ ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ پورے بنگال پر ان کی اقتصادی اور سیاسی اجارہ داری اور بالادستی ختم ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوؤں نے تقسیم بنگال کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس تقسیم کی منسوخی کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا۔ انھوں نے عدم تعاون کی تحریک شروع کر دی، انگریزی مال کے بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا، ٹیکسوں کی ادائیگیاں روک دی گئیں اور بالآخر تشدد پر اتر آئے۔ ان حالات میں آخر کار انگریز حکومت نے گھٹنے ٹیک دیے اور 1911ء میں بنگال کی تقسیم منسوخ کر دی گئی۔ اس منسوخی سے مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا۔

شملہ وفد 1906ء (Simla Deputation 1906)


سر آغا خان

تقسیم بنگال پر ہندوؤں کے رویے کے پیش نظر مسلمانوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک نئے راستے کا انتخاب کیا۔ یکم اکتوبر 1906ء کو مسلمانوں کا ایک سیاسی وفد سر آغا خان کی قیادت میں اپنے مطالبات لے کر وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے شملہ میں ملا جس میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا۔ شملہ وفد میں مسلمانوں کو وائسرائے کی طرف سے مثبت جواب ملا۔ اس وقت مسلمانوں کی کوئی سیاسی جماعت نہ تھی۔ اس واقعہ کے بعد مسلمانوں نے شدت سے ایک سیاسی جماعت کی ضرورت محسوس کی جو مسلم لیگ کی صورت میں قائم ہوئی۔ 1909ء میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق بھی دے دیا گیا۔

مسلم لیگ کا قیام 1906ء (Establishment of Muslim League 1906)

30 دسمبر 1906ء کو ڈھاکہ میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قیام کے اہم محرکات یہ تھے:

(i) تقسیم بنگال 1905ء اور ہندوؤں کا ردِ عمل
(ii) انگریزوں کا رویہ
(iii) مسلمانوں کا احساسِ محرومی
(iv) مسلمانوں کو سیاسی طور پر نظر انداز کیا جانا

ان محرکات کی وجہ سے مسلمان، جو انگریز اور ہندو تعاون کی وجہ سے دب گئے تھے، متحرک ہوئے اور ایک مشترکہ سوچ کے دائرے میں آ گئے۔ مسلمان لیڈر اکٹھے ہو کر وائسرائے ہند سے ملنے شملہ گئے اور واپس آ کر اپنے آپ کو سیاسی طور پر منظم کر لیا۔ مسلم لیگ کے قیام کے چیدہ چیدہ مقاصد درج ذیل تھے:

1- مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے لیے وفادارانہ جذبات پیدا کرنا اور حکومت کی کارروائیوں کے بارے میں ان کے شکوک و شبہات کو دور کرنا۔
2- مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا اور ان کے مطالبات کو حکومت کے سامنے پیش کرنا۔
3- مسلم لیگ کے مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر برصغیر کی دوسری اقوام سے تعلقات استوار کرنا۔

منٹو مارلے اصلاحات 1909ء (Minto- Morley Reforms 1909)

1905ء میں تقسیم بنگال کی وجہ سے ملک میں سیاسی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے سے بیزار ہوتے جا رہے

تھے۔ حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے وزیر ہند مسٹر مارلے اور گورنر جنرل لارڈ منٹو نے مل کر ہندوستان کے لیے کچھ اصلاحات مرتب کیں۔ برطانوی پارلیمنٹ نے ان اصلاحات کے بل کو انڈین کونسلز ایکٹ 1909ء کے نام سے پاس کیا۔ عام طور پر ان اصلاحات کو "منٹو مارلے اصلاحات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان اصلاحات کے تحت مرکزی اور صوبائی قانون ساز کونسلوں میں توسیع کر دی گئی اور ان کے ارکان کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ جداگانہ انتخاب کا طریقہ رائج کرنے کی منظوری بھی دے دی گئی۔ مسلم لیگ نے جداگانہ طریقہ انتخاب کے نفاذ کا خیر مقدم کیا اور اسے اپنی کامیابی قرار دیا۔ یہ مطالبہ شملہ وفد کے ممبران مسلمانوں نے تین سال قبل یعنی 1906ء میں لارڈ منٹو سے ملاقات کے دوران کیا تھا۔

میثاق لکھنو 1916ء (Lucknow Pact 1916)

1916ء میں لکھنو میں مسلم لیگ اور کانگریس کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ دونوں پارٹیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جسے "میثاقِ لکھنو" کا نام دیا گیا۔ اس معاہدہ میں پہلی بار مسلمانوں کو الگ قوم تسلیم کیا گیا اور جداگانہ انتخابات کے مطالبے کو تسلیم کیا گیا۔ قبل ازیں 1909ء میں منٹو مارلے اصلاحات میں اس مطالبے کو حکومت پہلے ہی تسلیم کر چکی تھی۔ میثاق لکھنو کی بدولت قائداعظمؒ کو "ہندو مسلم اتحاد کا سفیر" قرار دیا گیا۔

تحریکِ خلافت 1919ء (Khilafat Movement 1919)

1914ء میں شروع ہونے والی پہلی جنگِ عظیم میں ترکی نے انگریزوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دیا۔ جنگ میں جرمنی اور اس کے حلیفوں کو شکست ہوئی۔ جنگ کے خاتمہ پر انگریزوں نے اپنے حلیفوں کو ساتھ ملا کر ترکی کو سعودی عرب، شام، عراق، فلسطین اور اردن کے علاقوں سے محروم کر دیا جس سے ترکی کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ اس طرح ترکی کی خلافت کو بچانے کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے 1919ء میں ایک ملک گیر تحریک کا آغاز کیا جسے تحریکِ خلافت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس تحریک کے مقاصد درج ذیل تھے:

1- ترکی کی خلافت قائم رکھی جائے۔

2- مسلمانوں کے مقدس مقامات ترکوں کی حفاظت میں رہیں۔

3- ترکی کی حدود میں تبدیلی نہ کی جائے۔

تحریکِ عدم تعاون 1920ء (Non-Cooperation Movement 1920)

اس تحریک کے اہم مقاصد حسبِ ذیل تھے:

(i) حکومت کے ساتھ عدم تعاون

(ii) سرکاری ملازمتوں کو ترک کرنا

(iii) فوج میں مسلمانوں کا بھرتی نہ ہونا

(iv) انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ

(v) عدالتی بائیکاٹ

(vi) بچوں کو سکولوں اور کالجوں میں نہ بھیجنا

(vii) انگریزوں کے عطا کردہ خطابات واپس کرنا

تحریکِ ہجرت 1920ء (Hijrat Movement 1920)

1920ء میں چند علماء کرام نے فتویٰ جاری کیا کہ برصغیر "دارالحرب" ہے۔ مسلمانوں کا انگریزوں کی عملداری میں رہنا جائز نہیں۔ انھیں دارالسلام میں ہجرت کر جانی چاہیے۔ چنانچہ ہزاروں مسلمان خاندان اپنی جائیدادیں بیچ کر افغانستان ہجرت کر گئے۔ افغانستان نے ان کو اپنے ملک میں داخلے کی اجازت نہ دی اور انھیں مجبور کر دیا کہ وہ اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ جب یہ لٹے پٹے مسلمان واپس آئے تو بربادی کے سوا ان کے لیے کچھ نہ تھا۔ مصطفیٰ کمال اتاترک (جدید ترکی کے بانی) نے ترکی میں خلافت کا خاتمہ کر دیا اور یہ تحریک ختم ہو گئی۔

نہرو رپورٹ 1928ء (Nehru Report 1928)

نہرو رپورٹ نے مسلمانوں کے ساتھ ماضی میں کیے گئے معاہدہ لکھنو پر پانی پھیر دیا اور جداگانہ انتخابات کے اصول کو رد کرتے ہوئے ان تمام تحفظات کو ماننے سے انکار کر دیا جو مسلمان اپنی ترقی اور بقا کے لیے لازمی سمجھتے تھے۔ نہرو رپورٹ کی وجہ سے دونوں قوموں کے مابین تعلقات خراب ہو گئے۔

قائداعظمؒ کے چودہ نکات 1929ء (Fourteen Points of the Quaid-e-Azam 1929)

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے نہرو رپورٹ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے 1929ء میں چودہ نکات پر مشتمل درج ذیل رہنما اصول پیش کیے:

1- آئندہ آئین وفاقی طرز کا ہو جس میں صوبوں کو زیادہ خودمختاری دی جائے۔

2- تمام صوبوں کو ایک ہی اصول پر داخلی خودمختاری دی جائے۔

3- صوبوں میں اقلیتوں کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

4- مرکزی اسمبلی میں مسلمان ممبران کی تعداد ایک تہائی سے کم نہ ہو۔

5- جداگانہ انتخابات کا اصول ہر فرقہ پر لاگو ہونا چاہیے البتہ اگر کوئی فرقہ چاہے تو اپنی مرضی سے مخلوط طریقہ انتخابات قبول کر سکتا ہے۔

6- صوبوں کی حدود میں کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جائے جس سے پنجاب، بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبہ (خیبر پختونخوا) کی مسلمان اکثریت متاثر ہوتی ہو۔

7- تمام لوگوں کو یکساں مذہبی آزادی دی جائے۔

8- اگر کوئی مسودہ قانون کسی خاص فرقے سے متعلق ہو اور اس فرقے کے تین چوتھائی اراکین اس مسودہ کے خلاف رائے دیں تو اسے نامنظور سمجھا جائے۔

9- سندھ کو بمبئی (ممبئی) سے الگ کر کے ایک صوبہ بنا دیا جائے۔

10- بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں دیگر صوبوں کی مانند اصلاحات نافذ کی جائیں۔

11- سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو ان کی اہلیت اور تناسب کے لحاظ سے حصہ دیا جائے۔

12- مسلمانوں کو مذہبی اور ثقافتی تحفظ دیا جائے۔

13- صوبائی اور مرکزی وزارتوں میں مسلمانوں کو کم از کم ایک تہائی نمائندگی دی جائے۔

14- آئین میں صوبوں کی مرضی کے بغیر کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ کے چودہ نکات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے نہ صرف مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی ترجمانی کی بلکہ ہندوستان میں دستوری اصلاحات کا بنیادی ڈھانچہ بھی مہیا کر دیا۔

علامہ محمد اقبالؒ کا خطبہ الٰہ آباد 1930ء (Allama Iqbal's Allahabad Address)

مسلمانانِ برصغیر کی یہ خواہش تھی کہ ان کا الگ تشخص تسلیم کیا جائے۔ اس سلسلے کی کڑی علامہ محمد اقبالؒ کا خطبہ الٰہ آباد (1930ء) ہے۔ مسلمان یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی حقوق کو سلب کر لیا جائے لہٰذا مسلمانوں نے اپنے لیے الگ ملک کا مطالبہ کر دیا جس کو علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے خطبہ میں اس طرح پیش کیا:


علامہ محمد اقبالؒ

''میری خواہش ہے کہ پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنا دی جائے۔ خواہ ہندوستان برطانوی سلطنت کے اندر رہ کر یا باہر رہ کر آزادی حاصل کرے۔ مجھے شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام کم از کم شمال مغربی علاقوں کے مسلمانوں کا مقدر نظر آتا ہے۔''

قائدِاعظمؒ کی خواہش تھی کہ مسلمان برصغیر میں ایک قوت بن کر ابھریں۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اس تصور کو آگے بڑھاتے ہوئے خطبہ الٰہ آباد میں الگ ریاست کا تصور دیا۔ 1933ء میں چودھری رحمت علیؒ

نے علامہ محمد اقبالؒ کے اس تصور کو ''پاکستان'' کا نام دیا۔ قائداعظمؒ نے 1934ء میں مسلم لیگ کی باگ ڈور سنبھالی اور مسلمانوں کے سیاسی استحکام کے لیے اس جماعت کو مضبوط اور فعال بنایا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟
پہلی گول میز کانفرنس 1930ء، دوسری 1931ء اور تیسری 1932ء میں لندن میں منعقد ہوئی۔

1935ء کا آئین اور صوبائی خودمختاری (Act 1935 and Provincial Autonomy)

1935ء میں برطانوی حکومت نے برصغیر میں ایک نیا آئین متعارف کرایا جس میں صوبائی خودمختاری کو اولیت دی گئی۔ اس آئین کے تحت 1937ء میں انتخابات کرائے گئے جس میں کانگریس نے واضح اکثریت حاصل کی۔ اکثریت حاصل کرنے کے بعد کانگریس نے مسلمانوں کی الگ شناخت ختم کرنے کا پروگرام بنایا۔ ہندوؤں نے اس سلسلہ میں مسلمانوں پر مذہبی پابندیاں لگانے کی کوششیں کیں۔ مسجدوں کے باہر شوروغل کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے۔ سکولوں میں اردو کی جگہ ہندی رائج کرنے کی کوشش کی گئی۔ گاندھی کی مورتی کی پوجا کرنے پر زور دیا گیا۔ مسلمان بچوں کو ماتھوں پر تلک لگانے کا کہا جانے لگا۔ مسلمانوں کو اُن کے خلاف نفرت پر مبنی بندے ماترم کا ترانہ گانے کے لیے مجبور کیا گیا۔

اس رویے کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں میں الگ ملک کے مطالبے کا جذبہ اور بڑھ گیا۔ 1938ء میں پٹنہ کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں محمد علی جناح کو قائداعظمؒ کے لقب سے نوازا گیا۔ 1939ء میں جب کانگریسی وزارتوں کا خاتمہ ہوا تو قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کی اپیل پر مسلمانوں نے 22 دسمبر 1939ء کو یومِ نجات (Day of Deliverance) منایا۔

قراردادِ لاہور 1940ء (Lahore Resolution 1940)

یہ قرارداد مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس میں قائداعظمؒ کی صدارت میں 23 مارچ 1940ء کو پیش ہوئی اور شیرِ بنگال مولوی اے۔ کے فضل الحق نے پیش کی۔ قائداعظمؒ نے اپنی صدارتی تقریر میں مسلمانوں کے سیاسی مسائل اور دوقومی نظریہ پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔



مینارِ پاکستان، جہاں قراردادِ لاہور منظور ہوئی

قرارداد کا متن:

قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی متفقہ رائے ہے کہ کوئی آئینی منصوبہ اس ملک میں قابلِ عمل اور مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوگا جب تک مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں کی روشنی میں تیار نہ کیا جائے یعنی جغرافیائی طور پر جڑی ہوئی وحدتوں کی حد بندی ایسے خطوں میں کی جائے (علاقوں میں مناسب ردو بدل کے ساتھ) کہ جہاں مسلمان

اکثریت میں ہیں مثلاً ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصے۔ان کی تشکیل اس طرح آزاد ریاستوں کی شکل میں کی جائے کہ اس میں شامل ہونے والی وحدتیں خود مختار ہوں اور انھیں مکمل اقتدار حاصل ہو۔ اس کے علاوہ ان وحدتوں اور خطوں میں اقلیتوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے اور وہ علاقے جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں وہاں بھی اُن کے حقوق اور مفادات کا مناسب تحفظ کیا جائے۔

گاندھی اور ہندوؤں نے اس قرارداد کی مخالفت کی۔ برطانوی پریس نے اس قرارداد کو جناحؒ کا پاکستان قرار دے دیا۔اس قرارداد کے صرف سات سال بعد مسلمانانِ برصغیر نے اپنی جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان بنالیا۔

کرپس مشن 1942ء (Cripps Mission 1942)

دوسری جنگ عظیم (45-1939ء) کے دوران 1942ء میں حکومت برطانیہ نے سرسٹیفورڈ کرپس کو ہندوستان بھیجا۔ جس نے تمام سیاسی پارٹیوں کو چند نکات پر متفق کرنے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہا۔

کرپس مشن کی تجاویز:

کرپس مشن نے درج ذیل تجاویز پیش کیں۔

1- جنگ کے بعد برصغیر تاج برطانیہ کے ماتحت ہوگا لیکن اندرونی اور بیرونی معاملات میں برطانوی حکومت کسی طرح کی دخل اندازی سے گریز کرے گی۔

2- دفاع، امور خارجہ، مواصلات وغیرہ سمیت تمام شعبے ہندوستانیوں کے سپرد کر دیے جائیں گے۔

3- آئین سازی کے لیے ایک مرکزی اسمبلی منتخب کی جائے گی جس کے چناؤ کا اختیار صوبائی قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان کو حاصل ہوگا۔ آئین مکمل ہو گیا تو اسے ہر صوبے کی توثیق کے لیے بھیجا جائے گا۔ جو صوبے آئین کو پسند نہیں کریں گے وہ بااختیار ہوں گے کہ مرکز سے علیحدہ ہو کر اپنی آزاد حیثیت قائم کرلیں۔

4- اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مناسب اقدام اٹھائے جائیں گے۔

سرسٹیفورڈ کرپس کی یہ تجاویز مسلم لیگ اور کانگریس کے علاوہ دوسری سیاسی جماعتوں نے بھی مسترد کر دیں۔ مسلمانوں کا مطالبہ صرف علیحدہ مملکت کا حصول رہا جس کو کانگریس ماننے کے لیے تیار نہ تھی جس کے لیے مسلمانوں کو اپنی جدوجہد تیز کرنی پڑی۔ 1945ء میں ویول پلان پیش ہوا جس کے خلاف قائداعظمؒ چٹان بن گئے۔ قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ثابت کرنے کی کوشش کی جسے کانگریس نے ماننے سے انکار کر دیا۔

شملہ کانفرنس اور انتخابات (Simla Conference and Election)

جب 1945ء میں برطانیہ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ جنگ میں فتح حاصل کر لے گا تو وائسرائے لارڈ ویول نے اعلان کیا کہ

وائسرائے کی انتظامی کونسل میں تمام تر ہندوستانی اراکین شامل ہوں گے۔ اس میں تمام تر سیاسی جماعتوں کو آبادی کے تناسب سے نمائندگی ملے گی یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعداد برابر ہوگی۔ 1945ء میں ان تجاویز پر غور کرنے کے لیے شملہ کے مقام پر کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ کونسل میں پانچ مسلم اراکین شامل کرنے کی تجویز تھی جبکہ کانگریس کا مطالبہ تھا کہ وہ ایک مسلم نمائندہ نامزد کرے گی۔ قائداعظمؒ نے کہا کہ پانچوں مسلم اراکین کو مسلم لیگ ہی نامزد کرے گی کیونکہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہی ہے۔ اسی نکتہ پر شملہ کانفرنس ناکام ہوئی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟
شملہ بھارت کی ریاست ہماچل پردیش کا ایک تفریحی مقام ہے۔

جب شملہ کانفرنس میں اس بات کا فیصلہ نہ ہوا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے تو اس بات کا فیصلہ 46-1945ء کے انتخابات میں ہوا۔ مسلم لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی اور مسلمانوں کے لیے مخصوص نشستوں پر مکمل کامیابی حاصل کر کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن کر سامنے آئی۔

کابینہ مشن پلان 1946ء (Cabinet Mission Plan 1946)

1945ء میں انگلستان میں لیبر پارٹی کی حکومت آئی۔ برطانوی حکومت نے ہندوستان میں بڑھتی ہوئی سیاسی بے چینی کے پیش نظر کابینہ مشن بھیجا جو کہ تین ارکان پر مشتمل تھا۔ اس مشن کے دو بنیادی مقاصد تھے، ایک ہندوستان کی دستوری حیثیت اور حکومت کی شکل واضح کر دی جائے اور دوسری مسلمانوں اور ہندوؤں میں نفرتوں کی خلیج کم کر کے ہندوستان کو متحد رکھنے کی کوشش کی جائے لیکن انتخابات نے ثابت کر دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔

کابینہ مشن کے ارکان نے تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے ملاقات کی مگر کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ 16 مئی 1946ء کو ان اراکین نے ایک منصوبے کا اعلان کیا جس کے نمایاں پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

1- برصغیر میں یونین قائم کی جائے گی جو امورِ خارجہ، دفاع اور مواصلات کی ذمہ دار ہوگی۔
2- مرکزی امور کے علاوہ باقی تمام اختیارات صوبوں کو دیے جائیں گے۔
3- صوبوں کو اختیار ہوگا کہ وہ باہم گروپ بنالیں اور ہر گروپ اپنا دستور مرتب کرے۔
4- ہر دس سال کے بعد صوبوں کو اختیار ہوگا کہ وہ کثرت رائے سے آئین میں تبدیلی کا مطالبہ کرسکیں۔

یومِ راست اقدام (Direct Action Day)

16 اگست 1946ء کو مسلم لیگ نے عوامی سطح پر یومِ راست اقدام منانے کا فیصلہ کیا کیونکہ ہندو انگریزوں کے بعد برصغیر پر حکومت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس روز برصغیر میں جگہ جگہ جلسے کیے گئے جس میں کانگریس کے عزائم کو بے نقاب کیا گیا۔

عبوری حکومت کا قیام (Interim Governmnet)

ستمبر 1946ء میں وائسرائے نے کانگریس کو عبوری حکومت قائم کرنے کو کہا۔ ان حالات میں مسلم لیگ نے میدان خالی چھوڑنے کے بجائے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا ارادہ کیا اور عبوری حکومت کے لیے پانچ مسلم لیگی ارکان کے نام تجویز کیے، جن میں لیاقت علی خان، آئی آئی چندریگر، سردار عبدالرب نشتر، راجہ غضنفر علی خان اور اقلیتی رکن جوگندر ناتھ منڈل شامل تھے۔ عبوری حکومت کانگریس اور مسلم لیگ کے اختلافات کی وجہ سے مؤثر انداز میں کام نہ کر پائی۔ ان حالات میں مسلم لیگ کا دو قومی نظریے کی بنیاد پر الگ وطن کا مطالبہ زور پکڑتا گیا۔ وزیر اعظم برطانیہ نے 20 فروری 1947ء کو اعلان کیا کہ حکومت جون 1948ء تک اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کر دے گی۔ اس طرح پاکستان کا قیام قریب سے قریب تر ہوتا چلا گیا۔



قائداعظمؒ اور لیاقت علی خان

3 جون 1947ء کا منصوبہ (3rd June 1947 Plan)

3 جون 1947ء کو برصغیر کی تقسیم کا اعلان کیا گیا جس کی رو سے اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ 14 اگست 1947ء تک اقتدار ہندوستان کے نمائندوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ 3 جون 1947ء کے منصوبے میں ایک شق یہ بھی تھی کہ پنجاب اور بنگال کی اسمبلیوں کے ہندو اور مسلمان اراکین کے الگ الگ اجلاس ہوں گے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ ان صوبوں کو تقسیم کر دیا جائے اور صوبوں کی حد بندی ایک کمیشن کرے گا۔

سندھ اسمبلی کثرت رائے سے صوبے کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔ صوبہ سرحد اور سلہٹ کے عوام پاکستان یا بھارت میں شمولیت کا فیصلہ استصواب رائے کے ذریعے کریں گے جبکہ بلوچستان کا فیصلہ شاہی جرگہ کرے گا۔ سندھ اسمبلی نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔

قانونِ آزادیِ ہند 1947ء (Indian Independence Act 1947)

3 جون کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے برطانوی پارلیمنٹ نے 18 جولائی 1947ء کو قانون آزادی ہند منظور کیا۔ ہندوستان کو دو ریاستوں پاکستان اور بھارت میں تقسیم کر دیا گیا۔

ریڈکلف ایوارڈ (Radcliffe Award)

پنجاب اور بنگال کے علاقوں کی تقسیم کا فیصلہ ہونے لگا تو برطانوی حکومت نے سر ریڈکلف کی سربراہی میں ایک حد بندی کمیشن قائم کیا۔

جس میں پنجاب کی حد بندی کے لیے پاکستان کی طرف سے جسٹس محمد منیر اور جسٹس دین محمد جبکہ بھارت کے نمائندے جسٹس مہر چند مہاجن اور جسٹس تیجا سنگھ تھے۔ یہ سب حضرات ہائیکورٹ کے جج تھے۔

بنگال کی حد بندی کے لیے پاکستان کی طرف سے جسٹس ابو صالح محمد اکرم اور ایس۔اے رحمان جبکہ بھارت کی طرف سے سی۔سی بسواس اور بی۔کے مکر جی تھے۔ تقسیم کے وقت وائسرائے اور ان کے عملہ نے کانگریس سے گٹھ جوڑ کر کے حد بندی کا فیصلہ کرلیا اور ریڈ کلف کو دستخط کرنے والی مشین کے طور پر استعمال کیا گیا۔ تقسیم میں ریڈ کلف نے مشرقی پنجاب کے مسلم اکثریت کے کئی علاقے بھارت میں شامل کر کے ایک طرف پاکستان کو ستلج، بیاس اور راوی کے پانی سے محروم کر دیا جبکہ دوسری جانب بھارت کی سرحد کو کشمیر کے ساتھ ملا دیا۔ گورداسپور کے راستے بھارت نے کشمیر پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوا جو آج تک حل نہیں ہو سکا۔ ریڈ کلف کی ناقص منصوبہ بندی کے باعث پاکستان کو کئی مسائل سے دو چار ہونا پڑا۔

صبحِ آزادی (Dawn of Freedom)

آزادی کا تصور قوموں کی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ 14 اگست 1947ء 27 رمضان المبارک کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی اور آئینی کوششوں کے حوالے سے قیامِ پاکستان میں کردار

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ سیاست میں آپ کی دلچسپی اس وقت شروع ہوئی جب آپ انگلستان میں تھے۔ آپ پہلے کانگریس میں شامل ہوئے۔ اُس وقت وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر بھی کہا جاتا تھا۔

- ☆ 1909ء میں ہندوستان میں "منٹو مارلے اصلاحات" کا نفاذ ہوا۔ وائسرائے ہند کی کونسل کے ارکان کی تعداد بھی سولہ سے بڑھ کر اٹھائیس کر دی گئی۔ ممبئی کے مسلمانوں نے اس کے لیے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا نمائندہ منتخب کیا۔
- ☆ 1913ء میں آپ مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور مسلم لیگ نے اُن کے کہنے پر اپنے دستور میں ترمیم کرتے ہوئے حکومت خود اختیاری کو اپنا مقصدِ حیات بنایا۔ آپ کی مدبرانہ سیاست نے برطانوی راج کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔ کانگریس کی مسلم دشمن پالیسیوں کے باعث 1920ء میں کانگریس چھوڑ دی۔
- ☆ دسمبر 1916ء میں مسلم لیگ اور کانگریس لکھنو میں ایک ساتھ اپنے اپنے سالانہ جلسے کرنے پر رضامند ہوگئیں۔ مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اُنھوں نے اپنے خطبے میں فرمایا "ہم کوئی انعام یا رعایت نہیں چاہتے اور نہ ہی



کسی امتیازی سیاسی سلوک کے آرزومند ہیں''۔ اس مقام پر دونوں سیاسی جماعتوں نے ایک تاریخی معاہدہ کیا جسے ''میثاقِ لکھنؤ'' کہتے ہیں۔ اسی مقام پر اُنھیں ''ہندو مسلم اتحاد کے سفیر'' کے لقب سے نوازا گیا۔

☆ 1919ء میں حکومت برطانیہ نے رولٹ ایکٹ منظور کیا۔ اس کے تحت حکومت کو وارنٹ اور مقدمہ چلائے بغیر گرفتاری کا اختیار دے دیا گیا۔ اس قانون کے تحت ملزم کو صفائی کا موقع دیے بغیر خفیہ مقدمہ چلایا جاسکتا تھا۔ قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسودہ قانون کی مخالفت کی اور اسے غیر آئینی قرار دیا۔ احتجاجاً انھوں نے وائسرائے ہند کی کونسل سے استعفیٰ دے دیا۔ اس موقع پر انھوں نے فرمایا:-
''میں محسوس کرتا ہوں کہ جو حکومت زمانۂ امن میں ایسے قانون کو منظور کرتی ہے وہ مہذب حکومت کہلانے کا کوئی حق نہیں رکھتی تاہم مجھے امید ہے وزیرِ امورِ ہند تاجدارِ برطانیہ کو یہ مشورہ دیں گے کہ وہ اس کالے قانون کو مسترد کردے''۔

☆ 1929ء میں قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور چودہ نِکات پیش کیے۔

☆ تین گول میز کانفرنسیں 1930ء سے 1932ء تک لندن میں ہوئیں۔ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی دو کانفرنسوں میں شرکت کی۔ یہ کانفرنسیں ناکام ہوگئیں۔

☆ حکومت برطانیہ نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء منظور کیا۔ مگر کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتوں نے ہی اسے ناپسند کیا۔ تاہم اس کے صوبائی حصہ کو قائدِاعظمؒ کی تحریک پر قبول کرلیا گیا۔ 1936-37ء کے عام انتخابات میں دونوں جماعتوں نے حصہ لیا۔

☆ 1934ء میں قائدِاعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے سرکردہ مسلم لیگی رہنماؤں کے کہنے پر انگلستان سے وطن واپس آگئے۔ ان کو مسلم لیگ کی صدارت سونپ دی گئی۔ آپ نے دن رات ایک کر کے مسلمانوں کو اس کے

پرچم تلے جمع کیا۔ 1940ء میں لاہور میں مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے مسلمانوں نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک الگ خطہ کی ضرورت ہے جس میں وہ اپنی اکثریت کے بل بوتے پر اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ اس جلسہ کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔

☆ مسلم لیگ نے 46-1945ء کے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل کر کے انگریزوں اور ہندوؤں پر واضح کر دیا کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے اور پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی کر رہی ہے۔ اِن انتخابات میں آپ کی قیادت میں مسلم لیگ نے مرکز میں 100 فیصد اور صوبائی اسمبلیوں میں 90 فیصد کامیابی حاصل کی۔

☆ آپ نے کابینہ مشن کی تجاویز کا، جن کے تحت انگریز کانگریس کو حکومت دینا چاہتے تھے، ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہندوؤں کی ہر چال کو ناکام بنادیا۔ اِس مشن کو بالآخر تسلیم کرنا پڑا کہ مسلم لیگ کو کسی طور بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

☆ 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ 15 اگست 1947ء کو قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس نئی اسلامی خود مختار ریاست کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

☆ قیامِ پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی صحت خراب ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ دن رات اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اُن کو آرام کا ہرگز موقع نہ ملا۔ جس کی وجہ سے ان کی طبیعت اور زیادہ خراب ہوگئی۔ جولائی 1948ء میں بیماری نے شدت اختیار کر لی۔ آخر کار 11 ستمبر 1948ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

> **کیا آپ جانتے ہیں؟**
>
> 1948ء میں پہلی عرب اسرائیل جنگ ہوئی اور 1948ء میں ایک ہندو انتہا پسند کے ہاتھوں گاندھی کا قتل ہوا۔

ریاست کا استحکام اور آئین کی تیاری، 56-1947ء

(Consolidation of the State and making of Constitution, 1947-56)

پاکستان کو آغاز ہی میں آئین سازی کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ قیامِ پاکستان کے وقت حکومتی امور کو چلانے کے لیے کوئی آئین موجود نہ تھا لہٰذا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء ہی کو بعض ترامیم کے ساتھ اپنایا گیا۔ چونکہ یہ آئین نئی مملکت کے تقاضوں اور امنگوں کے مطابق نہ تھا اس لیے اس کی جگہ قومی احساسات سے ہم آہنگ آئین بنایا گیا، جس کے تحت وفاقی نظام رائج کیا گیا۔ 10 اگست، 1947 کو عبوری آئین کے تحت آئین ساز اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا یہ اسمبلی آئین سازی کے علاوہ مرکزی پارلیمنٹ کا کردار بھی ادا کر رہی تھی۔

ابتدائی مسائل (Early Problems)

پاکستان کو معرضِ وجود میں آتے ہی بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1- ریڈکلف ایوارڈ (Radcliffe Award)

قیامِ پاکستان کے اعلان کے بعد دونوں ممالک کی سرحدوں کے تعین کے لیے وائسرائے نے 30 جون 1947ء کو پنجاب اور بنگال میں حد بندی کمیشن مقرر کیے۔ ایک انگریز قانون دان مسٹر ریڈکلف کو دونوں کمیشنوں کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ اختلافات کی صورت میں اسے ثالثی فیصلہ کرنے کا بھی اختیار دیا گیا۔ اس کمیشن نے جو فیصلہ کیا اسے ریڈکلف ایوارڈ کہتے ہیں۔ ریڈکلف ایوارڈ میں سرحدوں کے بارے میں جو اعلان کیا گیا تھا وہ انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف نے کانگریس نوازی اور ہندو دوستی کا پورا پورا خیال رکھا۔ پاکستان سے ملے ہوئے مسلم اکثریتی علاقے بھارت کے حوالے کر دیے گئے۔ گورداسپور کا مسلم علاقہ بھارت کو دے کر کشمیر تک اس کی رسائی کو ممکن بنا دیا۔ اس طرح مسئلہ کشمیر پیدا ہوا، جو آج تک حل طلب ہے۔



ہجرت کا ایک منظر

2- مہاجرین کی آبادکاری (Settlement of Migrants)

آزادیِ ہند اور قیامِ پاکستان کے وقت کہیں بھی یہ بات طے نہ تھی کہ پاکستان کے ہندو بھارت جائیں گے اور بھارت کے مسلمان پاکستان چلے جائیں گے۔ بات تو یہ تھی کہ مسلمان اکثریت کے علاقے پاکستان کو مل جائیں گے جن میں اقلیتیں اپنی پوری آزادی کے ساتھ سبز پرچم کے سایہ تلے رہ سکیں گی۔

ہندو مسلم فسادات نے نئی مملکت میں مسائل میں مزید اضافہ کر دیا۔ بھارت میں پُرامن آباد مسلمانوں کی بستیاں جلا کر راکھ کر دی گئیں۔ قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا اور زبردستی مسلمانوں کو پاکستان میں دھکیل دیا گیا۔ یہ مہاجرین اس حال میں پاکستان آئے کہ نئی مملکت کو ان کی بحالی اور آبادکاری میں خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بے حال لاکھوں لوگ بہت سی مشکلات برداشت کر کے پاکستان آئے۔ مہاجرین میں زخمی اور بیمار بھی تھے جن کو مہاجر کیمپوں میں رکھا گیا جہاں ہیضے کی وبا پھوٹ پڑی۔ علاج معالجہ کی ناکافی سہولتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اگرچہ یہ نئی مملکت کے لیے ایک زبردست آزمائش تھی مگر مسلمانوں نے دل کھول کر اپنے مہاجر بھائیوں کی مالی امداد کی۔ انھیں کھانا اور لباس مہیا کیا۔ آخرکار یہ مشکل وقت بھی گزر گیا۔

3- انتظامی مشکلات (Administrative Problems)

قیام پاکستان کے وقت کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا۔ مرکزی دفاتر کے لیے گورنر ہاؤس اور سیکرٹریٹ کی عمارتیں خالی کرائی گئیں مگر گنجائش کم تھی اس لیے شہر کے مختلف حصوں میں عارضی دفاتر قائم کئے گئے۔ حتیٰ کہ وزیر بھی بنیادی دفتری سہولتوں سے محروم تھے۔ نظم و نسق کا یہ ڈھانچہ اس لیے تباہ حال تھا کہ ماہر اور تجربہ کار عملہ موجود نہ تھا۔ سول سروس کے کل 81 مسلمان افسر پاکستان کے حصے میں آئے جن میں سے زیادہ تر کو اعلیٰ عہدوں کا کوئی تجربہ نہ تھا۔

مرکزی حکومت کا ریکارڈ اور ساز و سامان اس لیے کراچی نہ پہنچ سکا کہ ہندوؤں اور سکھ فسادیوں نے ریل کی وہ پٹڑیاں ہی اکھاڑ دیں جن پر چل کر ریل گاڑی نے پاکستان پہنچنا تھا۔ بھارتی فضائی کمپنیوں نے مسلمانوں کو جہاز کرائے پر دینے سے انکار کر دیا۔ جو سرکاری ملازمین کسی طرح پاکستان پہنچ چکے تھے ان کے لیے رہائش کا کوئی بندوبست نہ تھا مگر ان لوگوں نے ہمت نہ ہاری اپنی تمام تر انتظامی صلاحیتیں قوم کے لیے وقف کر دیں اور پاکستان کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔

4- معاشی مشکلات (Economic Problems)

قیام پاکستان کے وقت پاکستان کو کئی معاشی مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ آزادی کے وقت پاکستان کے زیادہ تر علاقے پسماندہ تھے۔ نقل و حمل اور مواصلات کی سہولتیں ناکافی تھیں۔ انگریزوں اور ہندوؤں نے جان بوجھ کر مسلم آبادی والے علاقوں کو پسماندہ رکھا۔ یہاں سے وہ اپنی فوج کے لیے جوان تو بھرتی کر کے لے جاتے تھے مگر یہاں کارخانے اور ملیں لگانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس بدنیتی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کی 75 فی صد پٹ سن مشرقی بنگال میں پیدا ہوتی تھی مگر پٹ سن کے سارے کارخانے مغربی بنگال میں تھے اور اس پر مکمل کنٹرول ہندوؤں کا تھا۔ تقسیم کے وقت متحدہ ہندوستان میں کپڑے کے 394 کارخانے تھے مگر پاکستان کے حصہ میں صرف 14 کارخانے آئے۔ بینکوں کی کل شاخیں 487 تھیں مگر پاکستان کے حصے میں 69 شاخیں آئیں۔ ان کا بھی سارا سرمایہ ہندو اپنے ساتھ لے گئے۔ دراصل کانگریس کی سازش یہ تھی کہ جب پاکستان اقتصادی طور پر تباہ ہو جائے گا تو یہ ملک چل نہ سکے گا۔ بھارتی حکمرانوں نے پاکستان اور بھارت میں اثاثوں کی مناسب تقسیم میں بھی ناانصافی سے کام لیا۔ وہ حیلوں، بہانوں سے پاکستان کو اُس کا حصہ دینے سے گریز کرتے رہے۔ انھوں نے پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کیا اور پاکستان کے حصے کے اثاثے روک لیے۔

5- فوجی اثاثوں کی تقسیم (Distribution of Military Assets)

برصغیر کی تقسیم کے بعد فوجی اثاثوں کی تقسیم میں بھی انصاف سے کام نہ لیا گیا۔ حکومت برطانیہ نے یہ طے کیا کہ 3 جون 1947ء کے منصوبے کے مطابق بھارت اور پاکستان میں تمام فوجی اثاثے 64 فیصد اور 36 فیصد کے تناسب سے تقسیم کر دیے جائیں۔ متحدہ بھارت میں

16 اسلحہ بنانے والی فیکٹریاں کام کر رہی تھیں اور اُن میں سے ایک بھی ایسی نہیں تھی جسے پاکستان کو ملنے والے علاقوں میں بنایا گیا ہو۔ بھارتی حکومت اسلحہ بنانے والی فیکٹری تو کیا اس کی مشینری کا کوئی پرزہ بھی پاکستان منتقل کرنے پر آمادہ نہیں تھی۔ کافی تکرار کے بعد طے پایا کہ اسلحہ بنانے والی فیکٹریوں کے حوالے سے پاکستان کو 60 ملین روپے دیے جائیں گے تاکہ وہ اپنی اسلحہ بنانے والی فیکٹری قائم کر سکے۔ عام فوجی اثاثوں کی تقسیم کا جو فارمولا بنایا گیا حکومت ہند نے اُسے بھی مسترد کر دیا جس سے حالات مزید پیچیدہ ہو گئے۔ یوں پاکستان کو اپنے جائز حصے سے محروم کر دیا گیا۔

6- زرعی مشکلات (Agricultural Problems)

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے، جہاں نہری آب پاشی کے بغیر زراعت ممکن نہیں۔ تقسیم ہند کے وقت دریاؤں اور نہروں پر اہم ہیڈ ورکس بھی بھارت کو دے دیے گئے جس کے نتیجے میں ہماری نہروں کا کنٹرول بھارت کے پاس چلا گیا۔ پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے بھارت نے فیروز پور (دریائے ستلج) اور مادھو پور (دریائے راوی) ہیڈ ورکس سے پاکستان کو پانی کی فراہمی اپریل 1948ء میں روک دی۔ اس چال کا مقصد پاکستان کے زرعی علاقے کو بنجر کرنا اور پاکستان کو معاشی طور پر غیر مستحکم کرنا تھا۔ چنانچہ ''سندھ طاس معاہدہ'' 1960ء کے تحت دونوں ممالک کے درمیان پانی کی تقسیم کا مسئلہ حل ہوا۔ تین دریا راوی، ستلج اور بیاس بھارت کو اور دوسرے تین دریا سندھ، جہلم اور چناب پاکستان کو مل گئے۔

7- سیاسی مشکلات (Political Problems)

قیام پاکستان کے وقت پاکستان کو کئی سیاسی مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ آزادی کے وقت کئی آزاد شاہی ریاستوں (Princely States) نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا ان میں مناوادر، دیر، سوات، جوناگڑھ وغیرہ شامل تھیں۔ بھارت کو ان ریاستوں کا الحاق پسند نہ آیا اور اس نے جوناگڑھ پر 9 نومبر 1947ء کو قبضہ کر لیا۔ اسی طرح ریاست کشمیر پر بھی بھارت نے 1947ء کے آخر میں قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قائدِ اعظمؒ کی وفات پر جب قوم غم میں نڈھال تھی بھارت نے 17 ستمبر 1948ء کو حیدر آباد دکن پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس طرح قدم قدم پر بھارت نے پاکستان کے استحکام کے خلاف مسلسل کام کیا۔ کشمیری عوام پاکستان سے الحاق کرنا چاہتے تھے۔ اسی گومگو کی کیفیت میں ریاست میں تحریکِ آزادی نے زور پکڑا اور آزاد کشمیر کا علاقہ پاکستان میں شامل ہو گیا۔

پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اور کارنامے (Quaid-e-Azam's Role and achievements as First Governor General)

☆ 15 اگست 1947ء کو قائداعظمؒ نے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ لیاقت علی خان پاکستان کے وزیراعظم مقرر ہوئے۔ نوزائیدہ مملکت کا دستوری ڈھانچہ تیار نہیں تھا۔ 1935ء کے ایکٹ میں مناسب تبدیلیاں کر کے ملک کا نظام اس کے تحت

چلایا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح ؒ 13 ماہ گورنر جنرل کی حیثیت سے زندہ رہے۔ اس مدت میں آپ نے اپنی بصیرت اور قائدانہ صلاحیتوں سے اہم قومی معاملات کو سلجھایا جس سے پاکستان اپنے قدموں پر کھڑا ہوسکا۔

☆ قائداعظم محمد علی جناح ؒ کی قدآور شخصیت نے آزادی کے بعد پیدا ہونے والی مشکلات کو احسن طریقے سے سلجھایا۔ ہندوؤں نے پاکستان کے لیے ہر طرح سے مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جن میں اثاثہ جات کی غیر مساوی تقسیم، مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ اور ان کے ساتھ ناروا سلوک کے علاوہ انتظامی ریکارڈ کی بروقت نقل وحمل شامل تھی۔

☆ قائداعظم ؒ نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا۔

☆ پاکستان کا سیکرٹریٹ بنایا اور سرکاری ملازمین کو مکمل دیانتداری اور ایمانداری سے کام کرنے کی تلقین کی۔

☆ آپ نے ہندوستان سے افسران کی منتقلی کے لیے خاص گاڑیاں چلوائیں۔

☆ ہوائی کمپنی سے معاہدہ کیا جس سے سرکاری ملازمین کی نقل وحمل شروع ہوئی۔

☆ انتظامی ڈھانچے کی بہتری کے لیے چودھری محمد علی کی سرکردگی میں کمیٹی بنائی۔

☆ آپ نے سول سروسز کا اجرا کیا اور سول سروس اکیڈمی بنائی۔

☆ آپ نے اکاؤنٹس اور فارن سروس کا آغاز بھی کیا۔

☆ بحری و بری افواج کو بہتر حالات میں لانے کے لیے ہیڈکوارٹر بنائے گئے۔

☆ اسلحہ فیکٹری کا قیام بھی آپ کے دور میں ہوا۔

☆ قائداعظم ؒ نے دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ خارجہ پالیسی کی طرف بھی خصوصی توجہ دی۔ ہمسایہ ممالک اور دیگر بڑے ممالک کے ساتھ تعلقات کو استوار کیا جو کہ ہماری خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔

☆ قائداعظم ؒ کی مدبرانہ شخصیت کی بدولت ہی پاکستان اقوام متحدہ کا رُکن بنا۔

☆ قیامِ پاکستان کے وقت جہاں بے شمار مسائل تھے وہاں تعلیم کے میدان میں بھی کامیابی حاصل کرنا ضروری تھی۔ قائداعظم ؒ نے اس مسئلہ کی طرف خاص توجہ دی۔ آپ نے 1947ء میں پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد کرائی۔ آپ کی نظر میں تعلیم کا مقصد اخلاقیات کی تشکیل تھا۔ آپ کی خواہش تھی کہ پاکستان کا ہر شہری قوم کی بے لوث خدمت کرے۔ آپ نے نوجوانوں کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔

☆ قائداعظم ؒ کے جسم میں جب تک جان رہی انھوں نے پاکستان کی ہر ممکن خدمت کی۔ خرابی صحت کے باوجود بھی اہم فائلوں کا مطالعہ کرتے تھے۔

☆ اگرچہ قائداعظم ؒ کو بیماری نے بہت کمزور کر دیا تھا۔ اس کے باوجود آپ کے حوصلے پست نہ ہوئے تھے۔ مرض کو فرائض کے آڑے نہ آنے دیا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ قائداعظم ؒ نے اپنے خون سے پاکستان کی آبیاری کی تو یہ بے جا نہ ہوگا۔

پہلے وزیرِ اعظم کی حیثیت سے لیاقت علی خان کی خدمات اور کارنامے

(Liaqat Ali Khan's Role and Achievements as First Prime Minister)

☆ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان قائد اعظم محمد علی جناح ؒ کے دست راست رہے۔ پنجاب میں داخل ہونے والے مہاجرین کے سیلاب کو سنبھالنا بہت مشکل مسئلہ تھا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر آپ نے پنجاب مہاجر کونسل کے چیئر مین کی حیثیت سے مہاجرین کی آبادکاری اور انھیں ضروریات زندگی کی فراہمی کے کام کی نگرانی کی۔ قیام پاکستان کے بعد بھارت میں مسلمانوں سے سخت نفرت کے باعث ہندو مسلم فسادات معمول بن چکے تھے۔ آپ نے پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام رکوانے کے لیے پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ سرحدی علاقوں کا دورہ کیا اور انسانی خون بہانے کی مکروہ حرکت سے باز رہنے کی اپیل کی۔ انتظامی ڈھانچے کی تشکیل، معاشی زندگی کی بحالی، بجٹ کی تیاری، کشمیر کی جنگ، داخلی انتشار پر کنٹرول اور بھارت کی سازشوں کے خلاف دفاع سمیت تمام درپیش مسائل میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ قوم اور حکومت کی رہنمائی کرتے تھے لیکن ان کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری وزیر اعظم لیاقت علی خان ہی پر عائد ہوتی تھی۔


لیاقت علی خان

☆ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جب قوم کے حوصلے پست ہو رہے تھے اور بھارتی قیادت پاکستان کے خلاف مسلسل سازشیں کر رہی تھی تو ایسے حالات میں آپ ہی قوم کے ترجمان اور قائد تھے۔ لیاقت علی خان کے عہد حکومت میں معاشی ترقی کے لیے بھرپور جدوجہد شروع کی گئی۔ عوام کو پاکستانی مصنوعات کے فروغ کی ترغیب دی گئی۔

☆ آپ نے 1949ء میں اسمبلی سے قرارداد مقاصد منظور کروائی اور نئے آئین کی تیاری کے سلسلے میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی بنائی۔ آپ نے 1950ء میں امریکہ کا دورہ کیا اور اپنی تقریروں میں امریکہ کے عوام اور قائدین کو قیامِ پاکستان کے پس منظر سے آگاہ کیا۔ آپ نے امریکی قیادت کو پاکستان کی دفاعی ضروریات پوری کرنے پر آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

☆ لیاقت علی خان کی خارجہ پالیسی میں اسلامی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنے کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ شاہ ایران نے پاکستان کا دورہ کیا تو دونوں رہنماؤں نے مشترکہ پالیسی اختیار کرنے کے لیے مذاکرات کیے۔ 1951ء کے وسط میں جب بھارتی فوجیں پاکستانی سرحد پر جمع ہوئیں تو ملک میں غیر یقینی صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔ آپ نے قوم کا حوصلہ بلند کرنے اور اس خطرہ سے آگاہ کرنے کے لیے ملک گیر دورہ کیا۔

16 اکتوبر 1951ء کو راولپنڈی کے کمپنی باغ میں آپ کو اُس وقت گولی مار کر شہید کر دیا گیا جب آپ ابھی خطاب کے لیے کھڑے ہی

ہوئے تھے۔ ان کی زبان پر آخری الفاظ یہ تھے۔ ''یا اللہ! پاکستان کی حفاظت فرما''

قوم نے لیاقت علی خان کو ان کی عظیم خدمات پر ''قائدِ ملت'' کا خطاب دیا اور کمپنی باغ کو ''لیاقت باغ'' کے نام سے موسوم کر کے ہمیشہ کے لیے ان کی ملّی خدمات کا اعتراف کر لیا۔ آپ کو قائد اعظمؒ کے مزار کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

قراردادِ مقاصد (Objectives Resolution)

12 مارچ 1949ء کو اس وقت کے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان نے قانون ساز ادارے میں ایک قرارداد پیش کی جس میں ان نکات کی نشاندہی کی گئی جن کو بنیاد بنا کر ملک کے مستقبل کا دستور بنانا تھا۔ قومی اسمبلی نے اس قرارداد کو اکثریت سے منظور کر لیا۔ اس قرارداد کو عُرفِ عام میں قراردادِ مقاصد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ قراردادِ مقاصد کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت (Sovereignty of Allah Almighty)

اس قرارداد مقاصد میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ ساری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سارا اقتدار اسی کو حاصل ہے۔ اقتدار مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر عوام کے منتخب نمائندے استعمال کریں گے۔

(2) اسلامی اقدار کی پابندی (Follow the Islamic Values)

قرارداد مقاصد میں اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ پاکستان میں اسلامی اقدار مثلاً جمہوریت، آزادی، رواداری اور معاشرتی انصاف کو فروغ دیا جائے گا۔

(3) اسلامی طرزِ زندگی (Islamic Way of Life)

مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزارنے کے لیے بہتر اور مناسب ماحول فراہم کیا جائے گا۔

(4) اقلیتوں کا تحفظ (Protection of Minorities)

پاکستان میں رہنے والے تمام غیر مسلم شہریوں کو اپنے مذاہب اور عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کا مکمل تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

(5) بنیادی حقوق کی فراہمی (Provision of Fundamental Rights)

تمام شہریوں کو کسی نسلی، معاشرتی، معاشی ومذہبی تعصب کے بغیر تمام شہری حقوق فراہم کیے جائیں گے۔

(6) وفاقی نظامِ حکومت (Federal Form of Government)

قرار داد مقاصد میں وضاحت کر دی گئی کہ پاکستان کا نظام وفاقی جمہوری ہوگا، جو کہ عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے چلایا جائے گا۔

(7) پسماندہ علاقوں کی ترقی (Development of Backward Areas)

قرار داد مقاصد میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے اور انھیں ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لایا جائے گا۔

(8) عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

قراردادِ مقاصد میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ عدلیہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں بالکل آزاد ہوگی اور بغیر کسی دباؤ کے کام کرے گی۔

(9) اُردو قومی زبان (Urdu as National Language)

اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہوگی۔

قراردادِ مقاصد کی اہمیت (Importance of Objectives Resolution)

قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد پورے ملک میں خوشی واطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ اب دستور بنانے کا کام لوگوں کی خواہشات اور مرضی کے مطابق پورا ہو سکے گا۔

(i) قرار داد مقاصد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس قرارداد کی منظوری کے بعد ملک میں دستور بنانے کے کام کا آغاز کر دیا گیا۔ اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی جسے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کا نام دیا گیا۔

(ii) قرارداد مقاصد نے دستور بنانے کے لیے بنیادی اصولوں کی نشاندہی کر دی۔

(iii) قرارداد مقاصد پاکستان میں بننے والے تمام دساتیر میں بطور ابتدائیہ شامل کی گئی اور 1985ء میں 1973ء کے آئین میں ترمیم کر کے اسے باقاعدہ آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔

پاکستان میں دستور سازی کے مراحل

قرار داد مقاصد کی منظوری کے بعد اس بات کا یقین تو ہو گیا کہ ملک کا دستور کن بنیادوں پر بنایا جائے گا اور اس مقصد کے لیے وفاقی اسمبلی کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بھی قائم کر دی گئی، مگر آزادی کے فوراً بعد ہی پاکستان ایسے بے شمار مسائل کا شکار ہو گیا کہ دستور سازی پر بھر پور توجہ نہ دی جا سکی۔ سیاسی عدم استحکام اور نا اہل قیادت کی وجہ سے حکومتیں تیزی سے تبدیل ہونے لگیں۔ گورنر جنرل غلام محمد نے ان حالات کے پیش نظر آئین ساز اسمبلی 24 اکتوبر 1954ء کو توڑ دی اور نئی اسمبلی کے قیام کا اعلان کیا۔ دستور سازی کی راہ میں حائل رکاوٹوں میں ایک اہم رکاوٹ یہ بھی تھی کہ ملک کا مغربی حصہ چار صوبوں اور مشرقی حصہ ایک صوبے پر مشتمل تھا، اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیا گیا اور اسے وَن یونٹ کا نام دیا گیا۔ وَن یونٹ کے قیام اور آئین ساز اسمبلی کے انتخابات کے بعد دستور سازی کا کام کافی حد تک آسان ہو گیا تھا۔

نو منتخب وزیر اعظم چودھری محمد علی نے دستور سازی کے کام کی طرف پوری توجہ دی اور اسے مکمل کیا۔ وفاقی اسمبلی نے نئے آئین کی منظوری دے دی۔

1956ء کے آئین کی اہم خصوصیات (Salient Features of Constitution1956)

پاکستان کا پہلا آئین 23 مارچ 1956ء کو نافذ کیا گیا۔ اس آئین کی اہم خصوصیات درج ذیل تھیں:

(i) پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔

(ii) ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام حکومت قائم کیا گیا۔

(iii) آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، اختیارات کا عوامی نمائندوں کے ذریعے استعمال، قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کا ماحول اور اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی دینے کا اعلان کیا گیا۔

(iv) آئین میں اس بات کی نشاندہی کر دی گئی کہ شہریوں کو بہتر زندگی بسر کرنے اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے مکمل شہری حقوق فراہم کیے جائیں گے۔

(v) اس بات کی ضمانت فراہم کی گئی کہ عدلیہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے تمام دباؤ سے آزاد ہو گی۔ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کو ملازمت کا تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

(vi) 1956ء کے دستور کے مطابق اردو اور بنگالی دونوں کو قومی زبانیں قرار دیا گیا۔

(vii) 1956ء کے آئین کو تحریری شکل میں تیار کیا گیا تھا۔

آئین کی منسوخی (Abrogation of Constitution)

1956ء کا آئین 9 سال کی انتھک محنت اور کوششوں کے بعد منظور ہوا تھا، مگر پاکستان کے مخصوص حالات اور سیاست دانوں کی باہمی چپقلش، جمہوری اداروں میں فوج اور بیوروکریسی کی بے جا مداخلت، اعلیٰ قیادت کے فقدان اور گورنر جنرل کی حکومتی معاملات میں بے جا من مانی نے آئین کو زیادہ دیر تک چلنے نہ دیا۔ 1956ء کا یہ آئین دو سال اور 7 ماہ تک نافذ رہا جس کے بعد اکتوبر 1958ء میں پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان نے ملک کی جمہوری حکومت کو برطرف کر کے فوجی حکومت قائم کر دی اور تمام اختیارات خود سنبھال لیے۔ جنرل محمد ایوب خان نے 1956ء کا آئین منسوخ کر دیا۔ تمام وفاقی وصوبائی اسمبلیاں ختم کر دیں اور خود صدر پاکستان اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھال لیا۔

ریاستوں اور قبائلی علاقوں کا پاکستان سے الحاق
(Accession of states and tribal areas to Pakistan)

برصغیر میں لگ بھگ 600 دیسی ریاستیں تھیں جن کو نیم خود مختاری حاصل تھی۔ 3 جون 1947ء کے منصوبہ کے اعلان کے بعد ان ریاستوں نے اپنے جغرافیائی حالات، آبادی اور مذہب کے پیشِ نظر پاکستان یا بھارت، کسی ایک ملک میں شامل ہونا تھا۔ ان میں سے چند ریاستوں کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے:

1- ریاست جموں وکشمیر (State of Jammu & Kashmir)

ریاست جموں وکشمیر برصغیر کے انتہائی شمال میں ہے جسے براعظم ایشیا کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ 1947ء میں قیام پاکستان کے وقت ریاستوں کے حکمرانوں کو اس بات کا حق دیا گیا کہ وہ بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کریں۔ کشمیر میں مسلمان بھاری اکثریت میں آباد تھے جنھوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہا مگر کشمیر کا ہندو حکمران راجہ ہری سنگھ بھاگ کر بھارت چلا گیا اور کشمیری عوام کی امنگوں کے خلاف اس کا الحاق بھارت سے کر دیا۔

1948ء میں بھارت نے اپنی فوجیں کشمیر میں بھیج کر اس پر ناجائز قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر کشمیری مجاہدین نے موجودہ آزاد جموں وکشمیر کا علاقہ بھارت سے آزاد کرا لیا۔ بھارت اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں لے گیا۔ اقوام متحدہ نے بھارت اور پاکستان کے درمیان جنگ بندی کرا دی۔ اقوام متحدہ نے اپنی قراردادوں میں اس بات کو اکثریت سے منظور کیا کہ کشمیر کا فیصلہ رائے شماری سے کشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق کیا جائے گا۔ مسئلہ کشمیر بھارت اور پاکستان کے درمیان ایک مرکزی مسئلہ ہے جس کے حل کے بغیر خطے کا امن وترقی خطرے میں ہے۔ اگرچہ پاکستان نے ہر موقع پر بھارت کو مذاکرات کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرنے کی دعوت دی ہے مگر بھارت ہر دفعہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہا ہے۔ پاکستان اور بھارت اب دونوں ایٹمی طاقتیں ہیں۔ اگر اس مسئلہ پر ایک بار پھر جنگ چھڑ گئی تو یہ ایٹمی جنگ کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔

2- ریاست حیدرآباد دکن (Hyderabad Deccan State)

حیدرآباد دکن موجودہ بھارت کی جنوبی ریاستوں آندھرا پردیش اور تلنگانہ کا مشترکہ دارالحکومت ہے۔ تقسیم برصغیر کے وقت یہاں کا حکمران نظام کہلاتا تھا۔ یہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ برطانوی ہندوستان میں یہ ایک الگ ریاست تھی اور اس کا رقبہ 86 ہزار مربع میل تھا۔ نظام اپنی ریاست کو خودمختار رکھنا چاہتا تھا لیکن 1948ء میں بھارتی افواج نے نظام کی حکومت کا خاتمہ کر کے اس ریاست پر قبضہ کر لیا۔ حیدرآباد دکن اپنی شاندار تاریخ اور ثقافت کی وجہ سے مشہور ہے۔

3- ریاست جوناگڑھ (Junagarh State)

تقسیم ہند کے وقت اس ریاست کے نواب محمد مہابت خان نے ریاست جوناگڑھ کا الحاق پاکستان کے ساتھ کرنے کا اعلان کر دیا۔ حکومت پاکستان کی طرف سے بھی اس کی منظوری دے دی گئی لیکن بھارتی افواج نے 1947ء میں ریاست جوناگڑھ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

4- ریاست مناوادر (Manavadar State)

تقسیم ہند کے وقت اس ریاست کا حکمران مسلمان تھا۔ اس نے پاکستان کے ساتھ اپنی ریاست کے الحاق کا اعلان کر دیا۔ یہ ریاست جوناگڑھ کے ساتھ واقع تھی۔ بھارتی افواج نے جوناگڑھ پر پہلے ہی قبضہ کر رکھا تھا۔ بھارتی افواج نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ریاست مناوادر پر بھی قبضہ کر لیا۔

5- ریاست سوات، ریاست خیرپور اور ریاست بہاول پور (Swat State, Khairpur State and Bahawalpur State)

ریاست سوات، ریاست خیرپور اور ریاست بہاول پور کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہوا۔

6- قبائلی علاقے (Tribal Areas)

قبائلی علاقہ جات 27 ہزار 220 مربع کلومیٹر کے علاقے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد قبائلی علاقہ جات چاروں صوبوں سے علیحدہ حیثیت رکھتے تھے اور یہ وفاق کے زیرِ انتظام رہے۔ 2018ء میں یہ علاقے صوبہ خیبرپختونخوا میں ضم ہو گئے۔

1- ایوب خان کا دور، 1958-1969ء (Ayub Khan Era, 1958-1969)

جنرل ایوب خان کے مارشل لا (27 اکتوبر 1958ء) کے اہم اسباب درج ذیل تھے:

(i) سیاسی قیادت کا فقدان (Lack of Political Leadership)


ایوب خان

14 اگست 1947ء کو پاکستان کا قیام برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کی تاریخ ساز جدو جہد اور مسلم رہنماؤں کی بے لوث قیادت کا نتیجہ تھا۔ مگر بدقسمتی سے قیام پاکستان کے ایک سال بعد بانی پاکستان قائداعظمؒ وفات پا گئے اور 1951ء میں قائد ملت لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا۔ اس طرح آزادی کے فوراً بعد ہی نوزائیدہ ملک قائداعظمؒ اور لیاقت علی خان جیسے محب وطن، مدبر اور دور اندیش رہنماؤں سے محروم ہو گیا۔ ان قائدین کے رخصت ہو جانے کے بعد پاکستان میں اہل سیاسی قیادت کا بحران پیدا ہو گیا۔ اب ملک کی باگ ڈور ایسے قائدین کے ہاتھوں میں آ گئی، جو مطلوبہ قومی وحدت پیدا کر سکے اور نہ ہی صوبائی ،لسانی اور معاشی بحرانوں پر قابو پا سکے۔

(ii) انتخابات کا التوا (Delay in Elections)

پاکستان کو سیاسی بحران سے دور کرنے کا ایک اہم سبب انتخابات کا التوا تھا۔ ابتدا میں ملک میں عام انتخابات منعقد نہ ہوئے۔ صرف صوبوں میں باری باری انتخاب کروائے گئے۔ 1956ء کا دستور منظور ہونے کے بعد یہ توقع تھی کہ ایک سال کے اندر اندر انتخابات منعقد کیے جائیں گے لیکن 1957ء میں متوقع انتخابات کو 1959ء تک ملتوی کر دیا گیا۔

(iii) نوکر شاہی کا کردار (Role of Bureaucracy)

قیام پاکستان کے بعد ملک میں جمہوریت کو ناکام کرنے میں بیوروکریسی نے بھی کردار ادا کیا۔ گورنر جنرل غلام محمد، سکندر مرزا اور چودھری محمد علی کا تعلق بھی سول سروس سے تھا۔ مجموعی طور پر نوکر شاہی نے غیر ذمہ دارانہ رویے کا مظاہرہ کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ سول سروس میں جو لوگ زیادہ بااثر تھے ان کے دلوں میں اقتدار کی ہوس نے جنم لیا۔ اس صورتحال نے مارشل لا کا راستہ ہموار کیا۔

(iv) پارلیمانی نظام کی ناکامی (Failure of Parliamentary System)

14 اگست 1947ء سے لے کر 7 اکتوبر 1958 تک پاکستان میں پارلیمانی نظام رائج رہا۔ پہلے گیارہ برسوں میں یہ نظام مکمل طور پر ناکام ہو گیا۔ پارلیمانی نظام کی ناکامی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان گیارہ برسوں میں چار گورنر جنرلوں کے تحت سات وزارتیں تشکیل دی گئیں۔ ان میں مسٹر آئی آئی چندریگر کی وزارت مختصر ترین تھی جو صرف دو ماہ تک چل سکی۔ اس سیاسی عدم استحکام کے نتیجے میں ملک

معاشی اور سیاسی بحران کا شکار ہوا۔ ان حالات سے مارشل لا کے نفاذ کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

(v) دستور سازی میں مسلسل رکاوٹ (Constant Hurdles in Making of Constitution)

پاکستان اور بھارت دونوں ایک ہی وقت میں آزاد ہوئے۔ بھارت نے اپنا دستور اڑھائی سال میں تیار کر لیا لیکن پاکستان کے سیاستدان اس اہم مسئلے کو لٹکاتے رہے۔ آخر کار صورت حال ایسی پیدا ہوگئی کہ مارشل لا کا نفاذ ہوگیا۔

2- بنیادی جمہوریتوں کا نظام 1959ء (Basic Democracies System 1959)

جنرل ایوب خان نے مارشل لگا کر ملک کا انتظام سنبھال لیا تھا۔ وہ کافی عرصے سے سیاست کو قریب سے دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ بطور وزیر دفاع امورِ مملکت میں حصہ لیتے رہے، اس لیے وہ ملکی سیاسی صورتحال سے آگاہ تھے۔۔ وہ بذات خود صدارتی نظام کے حامی تھے جس میں صدر کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔ اسی احساس کے پیشِ نظر 1959ء میں جنرل ایوب خان نے چار سطحی بنیادی جمہوریتوں کا نظام لانے کا فیصلہ کیا۔ اس چار سطحی نظام میں یونین کونسل، تحصیل کونسل، ضلع کونسل اور ڈویژن کونسل شامل تھیں۔

(i) یونین کونسل/ ٹاؤن کمیٹی (Union Council/Town Committee)

بڑے دیہی قصبات میں یونین کونسل اور چھوٹے قصبات میں ٹاؤن کمیٹی بنیادی جمہوریتوں کی پہلی منزل تھی۔ ہر یونین کونسل متعدد دیہاتوں پر مشتمل تھی اور پانچ ہزار سے لے کر دس ہزار تک آبادی کی نمائندگی کرتی تھی۔ ہر ایک ہزار افراد کی نمائندگی ایک رکن کرتا تھا۔ یونین کونسل کے نمائندے اپنا ایک چیئرمین منتخب کرتے تھے۔ چھوٹے قصبوں میں ٹاؤن کمیٹی کے ارکان کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ ہر یونین کونسل اور ٹاؤن کمیٹی اپنے علاقہ میں اجتماعی ترقی کے فرائض انجام دیتی تھی۔

(ii) تحصیل کونسل/ تھانہ کونسل (Tehsil Council/Thana Council)

بنیادی جمہوریتوں کے نظام کی دوسری منزل تھانہ کونسل اور تحصیل کونسل کہلاتی تھی۔ مغربی پاکستان میں تحصیل کونسل کا چیئرمین تحصیلدار ہوتا تھا۔ تحصیل میں شامل تمام یونین کونسلوں کے چیئرمین تحصیل کونسل کے اراکین ہوتے تھے۔ اسی طرح مشرقی پاکستان میں ہر تھانہ کونسل تمام یونین کونسلوں اور قصبات کی ٹاؤن کمیٹیوں کے چیئرمینوں پر مشتمل ہوتی تھی اور اس کا چیئرمین سب ڈویژنل آفیسر ہوتا تھا۔ ہر تھانہ اور تحصیل کونسل اپنی حدود میں واقع یونین کونسلوں کی سرگرمیوں کو بامقصد اور مربوط بناتی تھی۔

(iii) ضلع کونسل (District Council)

ضلع کونسل بنیادی جمہوریت کے نظام کی تیسری اہم منزل تھی۔ یہ ضلع بھر کی یونین کونسلوں، ٹاؤن کمیٹیوں اور یونین کمیٹیوں کے منتخب چیئرمینوں، میونسپل کمیٹیوں کے چیئرمینوں اور کنٹونمنٹ بورڈوں کے نائب صدر اور سرکاری افسروں پر مشتمل تھی۔ ہر ضلع کونسل کے نصف

اراکین نامزد کردہ ہوتے تھے۔ ضلع کا ڈپٹی کمشنر یا کلکٹر ضلع کونسل کا چیئرمین ہوتا تھا۔

(iv) ڈویژنل کونسل (Divisional Council)

ڈویژن کونسل بنیادی جمہوریت کے نظام کی آخری منزل تھی۔ ہر ڈویژنل کونسل سرکاری (نامزد کردہ) اور منتخب اراکین پر مشتمل ہوتی تھی۔ ڈسٹرکٹ کونسلوں کے چیئرمین بلحاظ عہدہ ڈویژنل کونسل کے رکن ہوتے تھے۔ ڈویژنل کمشنر بلحاظ عہدہ ڈویژنل کونسل کا چیئرمین ہوتا تھا۔ ڈویژنل کونسل اپنے ماتحت کنٹونمنٹ بورڈوں اور مقامی اداروں کی سرگرمیوں میں ربط قائم کرتی تھی۔ ڈویژن کے لیے ترقیاتی سکیمیں مرتب کرتی تھی اور حکومت کی جاری کردہ ہدایت پر عملدرآمد کرواتی تھی۔

(v) نظام کی افادیت (Importance of System)

اس نظام کا مقصد عوامی سطح پر لوگوں کے مسائل حل کرنا تھا۔ اس نظام میں گاؤں اور محلے کی سطح پر عوامی نمائندوں کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ یہ عوامی نمائندے اپنے علاقے کے مسائل سے بخوبی آگاہ ہوتے تھے اور عوام کو جوابدہ بھی ہوتے تھے۔ اس نظام کے قیام سے لوگوں کے بنیادی مسائل کی طرف توجہ دی گئی اور ان کی سماجی اور فلاحی بہبود کے لیے منصوبے شروع کیے گئے۔ جنرل ایوب خان نے بنیادی جمہوریتوں کے نظام کا حکم نامہ 26 اکتوبر 1959ء کو جاری کیا۔ جس کے نتیجے میں دسمبر 1959ء اور جنوری 1960ء میں ملک میں انتخابات ہوئے جن میں 80,000 نمائندوں کو منتخب کیا گیا۔ فروری 1960ء میں ان نمائندوں نے جنرل ایوب خان پر اعتماد کا اظہار کیا۔ اس طرح 17 فروری 1960ء کو جنرل ایوب خان نے صدر پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

3- مسلم عائلی قوانین 1961ء (Muslim Family Laws 1961)

جنرل ایوب خان نے 1961ء میں مسلم عائلی قوانین کا نفاذ کیا۔ ان قوانین کے مطابق پاکستان میں پہلی دفعہ نکاح کا اندراج لازمی قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی خلاف قانون قرار دی گئی۔ شادی کے لیے لڑکے کی عمر کم از کم 18 سال مقرر کی گئی جبکہ لڑکی کی عمر 16 سال مقرر کی گئی۔ طلاق کی صورت میں عدّت کا عرصہ 90 دن رکھا گیا۔ ان قوانین کے تحت دادا کی وراثت میں یتیم پوتے کا حق بھی تسلیم کیا گیا۔

1962ء کے آئین کی خصوصیات (Salient Features of Constitution1962)

صدر جنرل محمد ایوب خان نے ملک کے لیے نیا آئین بنانے کے لیے ایک دستوری کمیشن قائم کیا۔ کمیشن نے اپنی سفارشات 1961ء

میں صدر کو پیش کیں۔ صدر نے ان سفارشات میں اپنی مرضی کی ترامیم کے بعد پاکستان کے لیے ایک نیا آئین تیار کیا جسے 8 جون 1962ء کو نافذ کیا گیا۔

(i) 1962ء کا آئین تحریری تھا جو کہ 250 دفعات اور 5 گوشواروں پر مشتمل تھا۔

(ii) 1962ء کا آئین وفاقی نوعیت کا تھا۔ اس دستور میں پاکستان کے دونوں حصوں کو برابر نمائندگی دی گئی۔

(iii) 1962ء کے دستور کے تحت ملک میں صدارتی طرزِ حکومت رائج کیا گیا۔ تمام اختیارات کا منبع صدر کو بنایا۔

(iv) 1962ء کے دستور میں کئی اسلامی دفعات شامل کی گئیں مثلاً: اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، اقتدار اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کا عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال، پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان اور سربراہ ریاست کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

(v) عوام کو بہتر زندگی گزارنے اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے کئی حقوق دیے گئے، جن کو شہریوں کے بنیادی حقوق کہتے ہیں۔

(vi) 1962ء کے آئین میں اُردو اور بنگالی دونوں کو پاکستان کی قومی زبانیں قرار دیا گیا۔

1962ء کے آئین کی ناکامی (Failure of Constitution 1962)

صدر جنرل محمد ایوب خان نے قریباً 10 سال حکومت کی اور ان کے دور میں کئی اصلاحات نافذ ہوئیں اور ملک نے صنعتی میدان میں کافی ترقی کی۔ جنرل محمد ایوب خان کی آمرانہ حکومت کے خلاف عوام نے زبردست تحریک چلائی اور حالات ان کے کنٹرول سے باہر ہونے لگے۔ آئین کی رُو سے تمام اختیارات صدر پاکستان کے پاس تھے۔ ان حالات کے پیشِ نظر ایک دفعہ پھر ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ 25 مارچ 1969ء کو جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے حکومت سنبھال لی اور 1962ء کے آئین کو ختم کر دیا۔

4- صدارتی انتخابات 1965ء (Presidential Elections 1965)

1962ء کے آئین کے تحت جنوری 1965ء میں صدارتی انتخاب ہوا جس میں امیدواروں کی تعداد چار تھی لیکن اصل مقابلہ جنرل ایوب خان اور مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کے درمیان تھا۔ مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح دراصل جنرل ایوب خان کے قائم کردہ آمرانہ نظام کے سخت خلاف تھیں۔ آپ کو کسی عہدے یا اقتدار کا لالچ نہ تھا۔ لیکن ملک کو آمریت سے بچانے کے لیے اور پارلیمانی جمہوری اداروں کو بحال کرنے کی غرض سے آپ نے بڑھاپے اور صحت کی کمزوری کے باوجود اس انتخاب میں حصہ لیا۔

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مادرِ ملت ہی ایسی شخصیت تھیں جن کو ملک میں ہر دلعزیزی اور مقبولیت حاصل تھی۔ آپ میدان میں نکلیں تو ڈھاکہ سے کراچی تک آپ کا پُر جوش استقبال کیا گیا۔ عوام نے 1958ء میں جس جوش و جذبے سے مارشل لا کا خیر مقدم کیا تھا اور جو اُمیدیں اُس سے وابستہ کی تھیں وہ سرد پڑ چکی تھیں۔ ان کے جوش و جذبے کا یہ عالم تھا کہ مادرِ ملت کے پنڈال میں پہنچنے سے پہلے ہی جلسہ گاہ میں لوگوں کی کثیر تعداد پہلے سے ہی موجود ہوتی تھی۔

1965ء میں BD ممبران کی تعداد 80 ہزار سے بڑھا کر ایک لاکھ بیس ہزار کردی گئی۔ صدر ایوب خان نے حکومت چلانے کے لیے 1960ء میں بنیادی جمہوریت کے نظام کے تحت 80 ہزار بنیادی جمہوریت کے ارکان کا انتخاب کیا اور مارشل لا کے دوران ان ارکانِ بنیادی جمہوریت سے اپنی صدارت کی توثیق کروائی۔ ان ارکان کی مدت 1965ء میں ختم ہو رہی تھی لہٰذا نومبر 1964ء میں ان کا دوبارہ انتخاب کروایا گیا۔ 1962ء کے آئین کے مطابق ان ارکان کو صدر، صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے انتخاب کے لیے انتخابی ادارہ کی حیثیت حاصل تھی۔ بنیادی جمہوریت کے ارکان نے ایوب خان کو اکثریت سے صدر منتخب کر لیا اور محترمہ فاطمہ جناح کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

سیاست پر انتخابات کے اثرات (Impacts of Elections on Politics)

بنیادی جمہوریتوں کا نظام ایوب خان کے زوال کا ایک اہم سبب بنا۔ پاکستان کی حزبِ مخالف کی تمام سیاسی جماعتوں نے ان نام نہاد انتخابات میں ایوب خان پر دھاندلی کا الزام لگایا اور ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لیے عوامی رابطہ مہم کا آغاز کر دیا۔ مشرقی پاکستان میں شدید احساس محرومی اور احساس عدم تحفظ نے جنم کیا۔ مشرقی پاکستان کے عوام نے اپنے چھے نکاتی مطالبے میں ایک نئے آئین کا مطالبہ کر دیا۔ جماعتی اور علاقائی عناصر کی ایک مشترکہ عوامی تحریک شروع ہو گئی۔ جنرل ایوب خان کے خلاف عوام نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا، جس نے اُس کی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔

5- پاکستان، بھارت جنگ 1965ء (Pakistan and India War 1965)

بھارت نے قیام پاکستان سے ہی پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے ہر قسم کی چال چلی، کبھی سرحدی تنازعات تو کبھی پانی کی تقسیم کا مسئلہ، کبھی اثاثوں کی تقسیم میں رکاوٹ اور کبھی کشمیر کے مسئلے پر پاکستان کے ساتھ تعلقات خراب کرنا۔ ان سب واقعات کی وجہ سے ستمبر 1965ء میں پاک بھارت جنگ چھڑ گئی۔

رن آف کچھ میں پاک بھارت سرحدی تنازعات 1965ء کے موسم بہار سے شروع ہو چکے تھے اور کبھی کبھی دونوں اطراف سے ایک دوسرے پر فائرنگ ہوتی رہتی تھی۔ اسی طرح کشمیر میں بھی حالات روز بروز خراب ہوتے جا رہے تھے۔ بھارت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری نے کشمیر کے مسئلے کو پاکستان اور بھارت کے تعلقات کے لیے ثانوی حیثیت قرار دیا۔ 1965ء میں ہی ریاست جموں و کشمیر میں بھارت نے صدارتی راج نافذ کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مقبوضہ جموں و کشمیر مکمل طور پر بھارت کا حصہ بن چکا ہے۔ اس پر کشمیری عوام نے اس بھارتی تسلط کے خلاف مظاہرے شروع کیے۔ ان تمام واقعات نے دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کو بڑھا دیا۔

جنگ کے اہم واقعات (Main Events of War)

6 ستمبر صبح 3 بجے بھارت نے غیر اعلانیہ جنگ کا آغاز کیا اور بین الاقوامی سرحد عبور کرتے ہوئے مغربی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ ان میں لاہور سیکٹر، رن آف کچھ، سیالکوٹ (چونڈہ) اور کشمیر وغیرہ کے محاذ شامل تھے۔



صدرِ پاکستان جنرل ایوب خان قوم سے خطاب کرتے ہوئے

اس موقع پر صدرِ پاکستان جنرل ایوب خان نے ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''ہمارے بہادر سپاہی دشمن کو پسپا کرنے کے لیے آگے بڑھ گئے ہیں اور پاکستان کی مسلح افواج بہادری کا مظاہرہ کریں گی۔ ہماری مسلح افواج ناقابلِ شکست جذبے سے دشمن کو شکست دے گی۔ بھارتی حکمرانوں کو یہ علم نہیں کہ انھوں نے کس قوم کو للکارا ہے۔'' پاکستان کی فوج نے جواں مردی کے ساتھ اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کا مقابلہ کیا اور پاکستان کی بہادر عوام نے اپنی فوج کا بھرپور ساتھ دیا۔ ملی نغموں نے عوام اور افواج کے جذبے کو مزید بڑھایا۔ لاہور واہگہ کے محاذ پر میجر راجا عزیز بھٹی اور ان کے ساتھیوں نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، دشمن کو اپنے علاقے میں داخل ہونے سے روکے رکھا۔ انھوں نے اپنی جان کا نذرانہ تو پیش کر دیا مگر دشمن کو کامیاب نہ ہونے دیا اور دشمن بی۔آر۔بی نہر کو عبور نہ کر سکا۔ اس بہادری کے صلہ میں انھیں ''نشانِ حیدر'' سے نوازا گیا۔


میجر راجا عزیز بھٹی شہید (نشانِ حیدر)

چونڈہ کے مقام پر ٹینکوں کی بہت بڑی جنگ لڑی گئی۔ ہمارے جوانوں نے اپنے جسموں پر بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کا راستہ روکا۔ ہماری فضائیہ نے بھی اپنی صلاحیت سے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ صرف ابتدائی تین دنوں میں بھارتی فضائیہ کی کمر توڑ دی گئی۔ فضائی جنگ میں سکوارڈن لیڈر ایم۔ ایم عالم کا نام ہمیشہ کے لیے تاریخ میں رقم ہو گیا جس نے صرف ایک منٹ میں بھارتی فضائیہ کے پانچ جہاز فضا میں تباہ کیے۔ ہمارے فوجی جوانوں نے جنگی تاریخ کے یادگار کارنامے سرانجام دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا جبکہ عوام کا جذبہ بھی دیکھنے کے قابل تھا۔


1965ء کی جنگ کا ایک منظر


جنگ میں دشمن کے خلاف پاکستانی ٹینکوں کی پیش قدمی

جنگ کے اثرات (Impacts of War)

اس عوامی جوش وخروش کے پیش نظر پاکستان کے تین شہروں لاہور، سرگودھا اور سیالکوٹ کو ہلال استقبال سے نوازا گیا۔ اس جنگ کی بدولت پاکستان کے عوام میں قومی یکجہتی اور اتحاد کی روح پیدا ہوئی۔ پوری قوم نے اپنے ذاتی اندرونی اختلافات کو بھلا کر متحد ہو کر پورے نظم وضبط کے ساتھ حملہ آور دشمن کا مقابلہ کیا۔ صدر پاکستان کی اپیل پر پوری قوم نے دل کھول کر چندہ دیا۔ نوجوانوں نے ہسپتال جا کر اپنے زخمی فوجی بھائیوں کو خون دیا۔ اس جنگ میں برادر اسلامی ممالک نے پاکستان کا بہت ساتھ دیا۔ اس جنگ کی وجہ سے پاکستان کا دفاع مضبوط ہوا اور مسئلہ کشمیر اجاگر ہوا۔

ہر سال 6 ستمبر کی یومِ دفاع کی تقریبات، جوش وخروش اور جذبے سے منائی جاتی ہیں تاکہ ایک دفعہ پھر دشمن کو بتایا جائے کہ تمام سچے جذبے آج بھی اپنے وطن کے لیے ہیں۔ 6 ستمبر 1965ء کی صبح بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا اس حملے کے جواب میں ہماری فوج نے جس طرح وطن کا دفاع کیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہر کوئی اپنے اپنے انداز میں وطن عزیز کے لیے قربانی دینے کو بے قرار تھا۔ افواج کے ساتھ ساتھ 1965ء کی پاکستان، بھارت جنگ میں عوام کے جذبوں اور دعاؤں کی بدولت فتح پاکستان کا مقدر بنی۔ قومی یکجہتی، حب الوطنی اور اتحاد نے ہمارا سر پوری دنیا میں اونچا کر دیا۔ اس جنگ میں پاکستان کی بہادر افواج نے بھارت کے دانت کھٹے کر دیے۔ ملک اور قوم کی حفاظت کرنے والے بہادر جوانوں کو سلام کہ جنھوں نے اپنی زندگی کی بھی پروانہ کی اور شہادت کے اونچے مرتبے پر فائز ہو گئے۔

-6 معاشی ترقی (Economic Development)

جنرل ایوب خان کے دور حکومت میں معاشی ترقی کی اوسط سالانہ شرح 7 فیصد کے قریب تھی۔ معاشی ترقی کے لیے ایوب خان نے درج ذیل اقدامات کیے:

زرعی شعبے پر توجہ (Focus on Agriculture Sector)

پاکستان کی معیشت کا انحصار زیادہ تر زراعت پر تھا لہٰذا ایوب خان نے زراعت کے شعبے میں مختلف اصلاحات متعارف کروائیں۔ انھوں نے بڑے جاگیرداروں کے لیے زمین کی ملکیت کی حد مقرر کی۔ مزارعوں اور ہاریوں میں زمین تقسیم کی۔ زیادہ پیداوار دینے والے بیج منگوا کر کسانوں میں تقسیم کیے۔ کیمیائی کھادوں کے استعمال کو بڑھایا گیا۔ زراعت کے شعبے میں ٹریکٹر، ہارویسٹر اور تھریشر کو متعارف کروایا۔ آسان شرائط پر زرعی قرضوں کا اجرا کیا تاکہ غریب کسان نئی مشینری، کھادیں اور بیج خرید سکیں۔ آب پاشی کے نظام میں بہتری کے لیے کئی نہریں، ڈیم اور بیراج بنائے۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویل بھی لگائے گئے تاکہ کاشت کاری کے لیے پانی میسر ہو سکے۔

صنعتی شعبے پر توجہ (Focus on Industrial Sector)

1958ء میں ایوب خان نے مارشل لا کے نفاذ کے بعد نئی صنعتی پالیسی کا اعلان کیا۔ ملک میں نئی صنعتوں کا قیام عمل میں لایا گیا جس

سے عوام کو روزگار ملا۔ صنعتی برآمدات میں اضافہ ہوا۔ چھوٹی صنعتوں کو ترقی دی گئی۔ صنعت کاروں کو ٹیکسوں اور خام مال کی درآمدات پر چھوٹ دی گئی۔ ٹیکنیکل ٹریننگ کا انتظام کیا گیا۔ بیرونی سرمایہ کاروں کو ملک میں سرمایہ کاری کی ترغیب دینے کے لیے 1959ء میں انویسٹمنٹ پروموشن بیورو (IPB) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ صنعتی شعبوں کی مدد کے لیے سائنسی تحقیق میں اضافہ کے لیے پاکستان کونسل آف سائنٹیفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (PCSIR) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ 1961ء میں پاکستان انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بینک کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد صنعتوں کی ترقی کے لیے طویل اور قلیل مدت کے لیے قرضے دینا تھا۔ پاکستان انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن (PICIC) کا قیام عمل میں لایا گیا جس نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کی مدد سے صنعتوں کی مالی مدد کی۔ ایکسپورٹ بونس سکیم کا بھی آغاز کیا گیا۔

تعلیمی اور سماجی شعبوں میں بہتری (Improvement in Education and Social Sector)

جنرل ایوب خان کے دورِ حکومت میں تعلیمی اور سماجی شعبوں میں بھی اصلاحات لائی گئیں۔ سکولوں کے لیے نیا نصاب بنایا گیا۔ نئی درسی کتب کی چھپائی عمل میں لائی گئی۔ مختلف صوبوں میں ٹیکسٹ بک بورڈز کا قیام عمل میں لایا گیا۔ نئے سکول کھولے گئے۔ ملک میں نئے کالجوں اور یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ سماجی شعبے کی ترقی کے لیے آبادی میں اضافے کو کنٹرول کرنے کے لیے فیملی پلاننگ کا پروگرام متعارف کروایا گیا۔ جنرل ایوب خان کے دورِ حکومت میں ملکی ترقی میں اضافہ ہوا اور آج بھی معاشی ترقی کے لحاظ سے ایوب خان کا دور مثالی دور سمجھا جاتا ہے۔

7- جنرل ایوب خان کے دور کے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے
(Five year Development Plans of Ayub Khan's Era)

جنرل ایوب خان کے دورِ حکومت میں دوسرا اور تیسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ متعارف کرائے گئے:

(i) دوسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1960-1965ء)

دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے مقاصد اور ہدف کو پورا کرنے کے لیے 23 ارب روپے کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔ اس پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے کے بڑے بڑے مقاصد اور ان کے اہداف میں قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں اضافہ کرنا، لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرنا، زرعی پیداوار اور بڑی اور اوسط درجے کی صنعتوں کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کرنا، گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی پیداوار کو بڑھانا اور برآمدات میں اضافہ کرنا وغیرہ شامل تھا۔

دوسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ خاصی کامیابی سے ہم کنار ہوا بلکہ کئی شعبوں میں تو ترقی مقررہ ہدف سے بھی بڑھ گئی۔ پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی میں دوسرے پانچ سالہ منصوبے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس منصوبے کی کامیابی سے مزید حوصلہ افزائی ہوئی جو مستقبل کی منصوبہ بندی میں مدد و معاون ثابت ہوئی۔

(ii) تیسرا پانچ سالہ منصوبہ (1965-1970ء)

دوسرے پانچ سالہ منصوبہ کی کامیابی کے بعد تیسرا پانچ سالہ منصوبہ تیار کیا گیا۔ اس کے اہم اہداف قومی آمدنی میں اضافہ کرنا، تمام افرادی قوت کو 1985ء تک روزگار فراہم کرنا، غیر ملکی امداد پر انحصار ختم کرنا نیز ملک کے مختلف حصوں میں فی کس آمدنی کے تفاوت کو ختم کرنا تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے کل 52 ارب روپے مختص کیے گئے تھے۔ تیسرا پانچ سالہ منصوبہ پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا اور بیشتر شعبوں میں مقرر کردہ ہدف تک نہ جا سکا۔ دراصل ناساعد حالات نے ابتدا ہی سے تیسرے منصوبے کو گھیر لیا۔ ابتدائی دو سالوں میں زبردست خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا جس سے فصلیں بری طرح متاثر ہوئیں۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کی وجہ سے دفاعی اخراجات بڑھ گئے جس کی وجہ سے ترقیاتی اخراجات کے لیے مجوزہ وسائل میں کمی پیدا ہوگئی۔ زرعی ترقی میں کمی ہوئی۔ مختصراً تیسرے پانچ سالہ منصوبے کو صحیح معنوں میں حقیقی وسائل اور بہتر حالات میسر نہ آسکے جو معاشی ترقی کے پروگرام کے لیے درکار تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟
25 مارچ 1969ء کو جب حالات زیادہ خراب ہوئے تو جنرل ایوب خان نے استعفیٰ دے دیا۔

1- یحییٰ خان کا دورِ حکومت 1969-71ء (Yahya Khan Regime, 1969-71)

1965ء کے عام انتخابات میں مادرِ ملت فاطمہ جناح کی شکست اور تاشقند میں صدر ایوب خان اور لال بہادر شاستری کے درمیان ہونے والے معاہدہ تاشقند کو پاکستانی عوام نے قبول نہ کیا جس کے نتیجے میں عوام میں صدر ایوب خان کے خلاف نفرت پیدا ہونے لگی۔ طلبہ نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں صدر ایوب کے خلاف احتجاج شروع کر دیا۔ ایوب خان کی معاشی اصلاحات کے ثمرات عام عوام تک نہ پہنچ سکے بلکہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ گئی ہے۔ اسی دوران صدر ایوب خان کے قریبی ساتھی اور اس وقت کے وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے معاہدہ تاشقند پر اختلافات کے باعث وزارت خارجہ سے استعفیٰ دے کر ایک نئی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی، جس میں عوام نے بھرپور شمولیت اختیار کی۔ حالات پر قابو پانے کے لیے صدر ایوب نے مارچ 1969ء میں تمام سیاسی قائدین کی ایک گول میز کانفرنس بلائی تاکہ ملک کے سیاسی مسائل کا حل نکالا جاسکے۔ لیکن یہ کوشش بھی ناکام ہوگئی۔ آخر کار رائے عامہ کے دباؤ کے تحت صدر ایوب خان نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد فوج کے سربراہ جنرل یحییٰ خان نے 25 مارچ 1969ء کو ملک میں مارشل لا لگا کر حکومت سنبھال لی۔ جنرل یحییٰ خان ملک کی سیاسی صورت حال سے پوری طرح آگاہ تھے لہٰذا ملک کی باگ ڈور سیاسی قائدین کے حوالے کرنے کے لیے ملک میں 5 اکتوبر 1970ء کو عام انتخابات کا اعلان کر دیا۔ جنرل یحییٰ خان کے مارشل لا لگاتے


جنرل یحییٰ خان

ہی 1962ء کا آئین ختم کر دیا گیا۔ نئی حکومت کی تشکیل تک جنرل یحییٰ خان نے تمام سیاسی قائدین کی مشاورت سے ایک عبوری آئین بنایا جس کو لیگل فریم ورک آرڈر 1970ء کا نام دیا گیا۔

2- لیگل فریم ورک آرڈر 1970ء (Legal Framework Order 1970)

نومبر 1969ء میں عبوری آئین کی تشکیل کے لیے جنرل یحییٰ خان نے ایک کمیشن ترتیب دیا جس نے 30 مارچ 1970ء کو اسے حتمی شکل میں پیش کیا۔ اس لیگل فریم ورک آرڈر کے اہم نکات درج ذیل تھے:

1۔ مغربی پاکستان سے ون یونٹ کا خاتمہ کر دیا گیا اور چاروں صوبے بحال کر دیے گئے۔

2۔ انتخابات کے لیے عوام کو براہ راست ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔ رائے دہی کے لیے 21 سال کی عمر مقرر کی گئی۔

3۔ صوبوں کے درمیان قومی اسمبلی کی سیٹوں کی برابر تقسیم کو ختم کر کے تمام صوبوں کو ان کی آبادی کے لحاظ سے نشستیں دی گئیں۔ قومی اسمبلی کی کل نشستوں کی کل تعداد 313 کر دی گئی۔ جن میں 13 نشستیں خواتین کے لیے مخصوص کر دی گئیں جبکہ خواتین کو جنرل نشستوں پر انتخاب لڑنے کا حق بھی دیا گیا۔

4۔ انتخاب لڑنے کے لیے امیدوار کی کم از کم عمر 25 سال مقرر کی گئی۔

5۔ اگر نئی قومی اسمبلی 120 دنوں کے اندر نیا آئین بنانے میں ناکام رہی تو اسمبلی ختم ہو جائے گی۔

ان تمام نکات کے علاوہ لیگل فریم ورک آرڈر 1970ء میں مستقبل کے آئین کے لیے ایک پالیسی تشکیل دی گئی، جس کے مطابق ملک کا آئین وفاقی طرز کا ہوگا۔ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا۔ آئین میں اسلامی نظریات اور جمہوری اقدار کو مدنظر رکھا جائے گا۔ شہری اپنے بنیادی حقوق کا آزادی سے استعمال کر سکیں گے۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے آزاد رکھا جائے گا۔ صوبوں کو خودمختاری دی جائے گی۔ صدر کے پاس اختیار ہوگا کہ آئین کو اس وقت تک منظور نہ کرے جب تک اوپر بیان کردہ نکات آئین کا حصہ نہ ہوں۔ صدر کے پاس آئین کی ترمیم کا اختیار ہوگا اور اس کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

3- 1970ء کے عام انتخابات (General Elections of 1970)

لیگل فریم ورک آرڈر 1970ء کے مطابق قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے عام انتخابات ہوئے۔ یہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر پاکستان کی تاریخ میں پہلے انتخابات تھے لہٰذا عوام میں ان انتخابات کے لیے بھرپور جوش و خروش پایا جاتا تھا۔ ان انتخابات میں تمام سیاسی جماعتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اہم سیاسی جماعتوں میں عوامی لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی بہت مقبول تھیں۔ پیپلز پارٹی نے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا جو کہ عوام میں بہت مقبول ہوا۔

انتخابی نتائج کے بعد عوامی لیگ واحد اکثریتی جماعت کے طور پر سامنے آئی جس نے قومی اسمبلی کی 300 جنرل نشستوں میں سے 167 نشستیں جیت لیں اور پاکستان پیپلز پارٹی نے 81 نشستیں حاصل کیں۔ باقی تمام جماعتیں قومی اسمبلی کی صرف 37 نشستیں جیتنے میں کامیاب ہوسکیں۔ اس طرح صوبائی اسمبلی کے نتائج بھی مختلف نہیں تھے۔ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان کی 300 جنرل نشستوں میں سے 288 نشستیں جیت لیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے پنجاب اور سندھ میں اکثریت حاصل کی جبکہ نیشنل عوامی پارٹی (NAP) اور جمعیت علمائے اسلام (JUI) کو صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) اور بلوچستان میں اکثریت ملی۔

ان انتخابات کے نتائج نے واضح کر دیا کہ عوامی لیگ مرکز میں حکومت بنائے گی۔ مغربی پاکستان کی سیاسی قیادت اور افسر شاہی کو تشویش لاحق ہوئی کیونکہ عوامی لیگ جس منشور کی بنیاد پر جیت کر آئی تھی وہ مغربی پاکستان کی سیاسی قیادت کو قابل قبول نہ تھا۔ لہٰذا نئی حکومت کو اختیارات کی منتقلی میں تاخیر ہوئی جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان میں تشویش کی لہر اٹھی۔ جنرل یحییٰ خان نے عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ مذاکرات کیے لیکن یہ کامیاب نہ ہوسکے۔ اس کے بعد مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی کی صورتحال پیدا ہوگئی۔ بنگالیوں نے بھارت نواز تنظیم مکتی باہنی کی مدد سے آزاد مملکت کا نعرہ لگایا۔ افواج پاکستان کو بغاوت کچلنے کے لیے مداخلت کرنا پڑی۔ اس طرح مشرقی پاکستان میں خون ریز فسادات شروع ہوگئے۔

4- مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بنگلہ دیش کا قیام
(Separation of East Pakistan and Emergence of Bangladesh)

1970ء کے عام انتخابات کے بعد جب عوامی لیگ کو مشرقی پاکستان میں کامیابی ملی اور ملک کی باگ ڈور عوامی لیگ کو نہ سونپی گئی تو مشرقی پاکستان میں امن و امان کی صورتِ حال خراب ہوگئی۔ ان حالات کو سنبھالنے کے لیے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ خان نے وہاں پر ایمرجنسی لگا دی۔ پاک فوج نے امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے کی کوشش کی لیکن حالات روز بروز خراب ہوتے چلے گئے کیونکہ وہاں پر مکتی باہنی نامی تنظیم فسادات پھیلانے میں مصروف تھی۔ ان حالات میں 15 مارچ 1971ء کو ذوالفقار علی بھٹو، جنرل یحییٰ خان اور شیخ مجیب الرحمٰن کی ڈھاکہ میں ملاقات ہوئی تاکہ حالات کو پرامن بنایا جاسکے۔ یہ مذاکرات بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوگئے۔ کشیدہ حالات کے باعث لاکھوں کی تعداد میں بنگالیوں نے بھارت کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی۔ بھارت نے بنگالیوں کی مدد کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا۔ بھارتی فوج نے باغیوں کو اسلحہ دیا اور ان کی تربیت کرنا شروع کر دی، جس کی وجہ سے پاکستان اور



پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو، عوامی لیگ کے رہنما مجیب الرحمان اور چودھری فضل الٰہی

بھارت کے مابین حالات خراب ہو گئے۔ جنرل یحییٰ خان نے فوج کے مزید دستے مشرقی پاکستان روانہ کیے جس کے نتیجے میں پاک فوج نے بیشتر علاقوں پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ حالات کو دیکھتے ہوئے بھارت نے مشرقی پاکستان پر اپنی افواج کی مدد سے حملہ کیا۔ مشرقی پاکستان میں موجود پاک فوج نے دو ہفتوں تک بھارتی افواج کو روکے رکھا۔ جب ان کے پاس رسد ختم ہوگئی اور مغربی پاکستان سے مزید امداد نہ پہنچ سکی تو بھارت اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہو گیا۔ اس طرح 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہو گیا اور بنگلہ دیش کے نام سے علیحدہ ملک بن گیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

سانحہ آرمی پبلک سکول پشاور 16 دسمبر 2014ء کو وقوع پذیر ہوا۔

5- مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب
(Causes of Separation of East Pakistan)

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی وجوہات کا مختصر جائزہ مندرجہ ذیل عوامل سے لیا جا سکتا ہے:

(i) جغرافیائی فاصلہ (Geographical Distance)

مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ تھا۔ ان دونوں حصوں کے درمیان ملک بھارت تھا جو کہ 1947ء میں تقسیم ہند کے بعد سے ہی پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ ایک ہزار میل فاصلے پر واقع دونوں حصوں میں سیاسی اور ثقافتی رابطے رکھنا بہت دشوار کام تھا۔ دونوں حصوں کی ثقافت بھی ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھی۔ مشرقی پاکستان دوسرے صوبوں کے مقابلے میں معاشی طور پر پسماندہ رہا۔ اس سے مقامی آبادی میں احساسِ محرومی پیدا ہوا جو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا ایک سبب بنا۔

(ii) تجارت و ملازمت پر ہندوؤں کے اثرات (Impacts of Hindus on Trade and Services)

مشرقی پاکستان میں تجارت و سرکاری ملازمتوں پر کافی تعداد میں ہندو چھائے ہوئے تھے اور وہ ایک خاص منصوبہ کے تحت لوگوں کے اندر علیحدگی کے جذبات کو ابھار رہے تھے۔

(iii) معاشی پسماندگی (Economic Backwardness)

مشرقی پاکستان معاشی لحاظ سے پسماندہ علاقہ تھا۔ کسی بھی حکومت نے اس علاقہ کی معاشی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے خاطر خواہ اقدامات نہ کیے۔

(iv) ہندو اساتذہ کا کردار (Role of Hindu Teachers)

مشرقی پاکستان میں تعلیم کا شعبہ پوری طرح ہندوؤں کے کنٹرول میں تھا۔انھوں نے بنگالیوں کو پاکستان کے خلاف پوری طرح تیار کیا اوران کے جذبات کو ابھارا۔

(v) زبان کا مسئلہ (Language Issue)

زبان کا مسئلہ اگرچہ 1956ء اور 1962 کے دساتیر میں حل ہو گیا تھا مگر مشرقی پاکستان کے لوگوں کے اندر زبان کے حوالے سے ایک احساس محرومی پیدا ہو چکا تھا، جو ان اقدامات کے باوجود بھی ختم نہ کیا جاسکا۔

(vi) نمائندگی کی شرح کا مسئلہ (Problem of Representation Ratio)

مشرقی پاکستان کی آبادی 56 فیصد تھی اور وہ آبادی کی کثرت کی وجہ سے نمائندگی کا حق چاہتے تھے۔اگرچہ انھوں نے 1956ء اور 1962ء کے آئین میں برابری کی بنیاد پر نمائندگی قبول کر لی تھی۔مگر انھیں ان کے جائز حقوق نہ دیے لہٰذا ان میں مایوسی پیدا ہو گئی۔

(vii) بھارت کی مداخلت (Indian Interferance)

بھارت کی مشرقی پاکستان کے معاملات میں بے جا مداخلت نے بھی حالات کو خراب کیا۔ بھارت نے مکتی باہنی کے کارکنوں کو تربیت اور امداد دینے کے علاوہ علیحدگی چاہنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔

(viii) شیخ مجیب الرحمٰن کے چھے نکات (Six Points of Sheikh Mujeeb-ur-Rehman)

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن کے چھے نکات نے بھی علیحدگی کو فروغ دیا۔

(ix) 1970ء کے عام انتخابات (General Elections of 1970)

1970ء کے عام انتخابات نے حالات کو ایک نئی کروٹ دی اور مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی مکمل کامیابی کے بعد لوگوں نے ایک نئے انداز سے سوچنا شروع کر دیا۔

بنگلہ دیش کے قیام کے بعد جنرل یحییٰ خان نے باقی رہ جانے والے مغربی پاکستان میں حکومتِ پاکستان پیپلز پارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر دی کیونکہ اس جماعت کو 1970ء کے انتخابات میں مغربی پاکستان میں اکثریت حاصل ہوئی تھی۔اس طرح ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کی تاریخ میں پہلے سول مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔ ملک کا نظام چلانے کے لیے ایک عبوری آئین 1972ء میں بنایا گیا اور مستقبل کے آئین کے لیے نئی منتخب ہونے والی قومی اسمبلی کے 25 ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں تمام سیاسی جماعتوں کو نمائندگی دی گئی۔

مشقی سوالات

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ اورنگ زیب عالمگیر نے وفات پائی:

(الف) 1707ء میں (ب) 1708ء میں

(ج) 1717ء میں (د) 1718ء میں

☆ 1906ء میں قائم کی گئی:

(الف) کانگریس (ب) مسلم لیگ

(ج) انجمن حمایت اسلام (د) مجلسِ احرار

☆ پہلی جنگِ عظیم میں ترکی نے ساتھ دیا:

(الف) رُوس کا (ب) امریکا کا

(ج) جرمنی کا (د) جاپان کا

☆ علما نے برصغیر کو قرار دیا:

(الف) دارالحرب (ب) دارالسّلام

(ج) دارالامان (د) دارالسلطنت

☆ نہرو رپورٹ پیش کی گئی:

(الف) 1938ء میں (ب) 1928ء میں

(ج) 1918ء میں (د) 1908ء میں

☆ کرپس مشن ہندوستان آیا:

(الف) 1940ء میں (ب) 1942ء میں

(ج) 1944ء میں (د) 1946ء میں

☆ قائداعظمؒ نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر دارالحکومت بنایا:

(الف) اسلام آباد کو (ب) کراچی کو

(ج) لاہور کو (د) فیصل آباد کو

☆ جنرل ایوب خان نے ملک میں مارشل لا لگایا:

(الف) 10 اکتوبر 1956ء (ب) 17 اکتوبر 1957ء

(ج) یکم اکتوبر 1958ء (د) 27 اکتوبر 1958ء

☆ 1970ء کے انتخابات میں مغربی پاکستان سے پاکستان پیپلز پارٹی نے قومی اسمبلی کی نشستیں حاصل کیں:

(الف) 37 (ب) 81

(ج) 112 (د) 160

☆ بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آیا:

(الف) 1970ء (ب) 1971ء

(ج) 1972ء (د) 1973ء

-2 خالی جگہ پر کریں۔

☆ 1757ء میں بنگال کے نواب-------------- نے انگریزوں کا راستہ روکنا چاہا۔

☆ سر سیّد احمد خان کی ایک اہم سیاسی خدمت رسالہ -------------- کا جاری کرنا تھا۔

☆ یکم اکتوبر 1906ء کو مسلمانوں کا ایک سیاسی وفد -------------- کی قیادت میں وائسرائے لارڈ منٹو سے ملا۔

☆ فوج کے سربراہ -------------- نے 25 مارچ 1969ء کو ملک میں مارشل لا لگا کر حکومت سنبھال لی۔

☆ جنرل ایوب خان نے سماجی نظام کی بہتری کے لیے 1961ء میں -------------- قوانین کا نفاذ کیا۔

3- کالم الف اور کالم ب کو ملائیں اور درست جواب کالم ج میں لکھیں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
جنرل ایوب خان کے زوال کا ایک اہم سبب بنا	12 مارچ 1949ء میں	
قراردادِ مقاصد پیش کی گئی	پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے	
حکومت برطانیہ نے رولٹ ایکٹ منظور کیا	بنیادی جمہوریتوں کا نظام	
15 اگست 1947ء کو قائداعظم نے حلف اٹھایا	24 اکتوبر 1954ء کو	
گورنر جنرل غلام محمد نے وفاقی اسمبلی توڑ دی	1919ء میں	

4- مختصر جوابات دیں۔

- تحریک علی گڑھ کا بنیادی مقصد تحریر کریں۔
- مسلم لیگ کے قیام کے پس منظر میں کیا محرکات شامل تھے؟
- تحریکِ ہجرت کا کیا سبب تھا؟
- ریڈکلف ایوارڈ کا اہم ترین فیصلہ کیا تھا؟
- قیامِ پاکستان کے بعد مسلمانوں کو جو مشکلات پیش آئیں، اُن میں سے صرف تین کے نام لکھیں۔
- قراردادِ مقاصد کے حوالے سے حاکمیتِ اعلیٰ کس کے پاس ہے؟
- 1956ء کے آئین کی تین خصوصیات بیان کریں۔
- بنیادی جمہوریتوں کے نظام 1959ء کا تعارف لکھیں۔

5- مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیں۔

☆ تحریک علی گڑھ پر سیاسی، سماجی اور تعلیمی پہلوؤں سے روشنی ڈالیں۔

☆ قائداعظمؒ کے چودہ نکات لکھیں۔

☆ قائداعظمؒ کی سیاسی اور آئینی کوششوں کے حوالے سے قیام پاکستان میں کردار کو بیان کریں۔

☆ قیام پاکستان کے بعد پیش آنے والی ابتدائی مشکلات کا جائزہ لیں۔

☆ قراردادِ مقاصد کے اہم نکات کو تفصیل سے بیان کریں۔

☆ جنرل ایوب خان کے مارشل لا کے اسباب کیا تھے؟ وضاحت کریں۔

☆ بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے خدوخال بیان کریں۔

☆ 1962ء کے آئین کی نمایاں خصوصیات لکھیں۔

☆ لیگل فریم ورک آرڈر 1970ء کا جائزہ پیش کریں۔

☆ مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بنگلہ دیش کے قیام کے اسباب اور اثرات کا جائزہ لیں۔

سرگرمی

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب پر طلبہ کے درمیان ایک گفتگو کا اہتمام کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ

صدر ایوب خان کے دورِ حکومت میں ہونے والے اہم واقعات سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

باب 3

زمین اور ماحول
(Land and Environment)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- ایک طبعی نقشے کی مدد سے پاکستان کے محلِ وقوع کی نشاندہی عرض بلد اور طول بلد اور پاکستان کے ہمسایہ ممالک کے حوالے سے کر سکیں۔
2- پاکستان کے اہم زمینی خدوخال (پہاڑی سلسلوں، سطح مرتفع اور میدانوں وغیرہ) کی خصوصیات بیان کر سکیں۔
3- پاکستان کے آب و ہوا کے لحاظ سے اہم خطوں کی نشاندہی کر سکیں اور ہر خطے کی آب و ہوا کی خصوصیات بیان کر سکیں۔
4- پاکستان کے بڑے گلیشیرز اور دریاؤں کے محل وقوع کی نشاندہی کر سکیں اور ان کی اہمیت اجاگر کر سکیں۔
5- جنگلات کی اہم اقسام اور ان کی تقسیم، اہمیت اور تحفظ پر بحث کر سکیں۔
6- پاکستان کی جنگلی حیات، ان کے مسکن اور ان کے تحفظ کے لیے کوششوں کی نشاندہی کر سکیں۔
7- پاکستان کے اہم قدرتی خطوں کی خصوصیات اور ان میں انسانی ماحول بیان کر سکیں۔
8- پاکستان کے اہم ماحولیاتی خطرات کی نوعیت، اہمیت اور ان سے متعلقہ مسائل اور ان کے حل پر بحث کر سکیں۔
9- پانی، زمین، نباتات اور جنگلی حیات کو بچانے میں درپیش مشکلات بیان کر سکیں۔

پاکستان کا محلِ وقوع (Location of Pakistan)

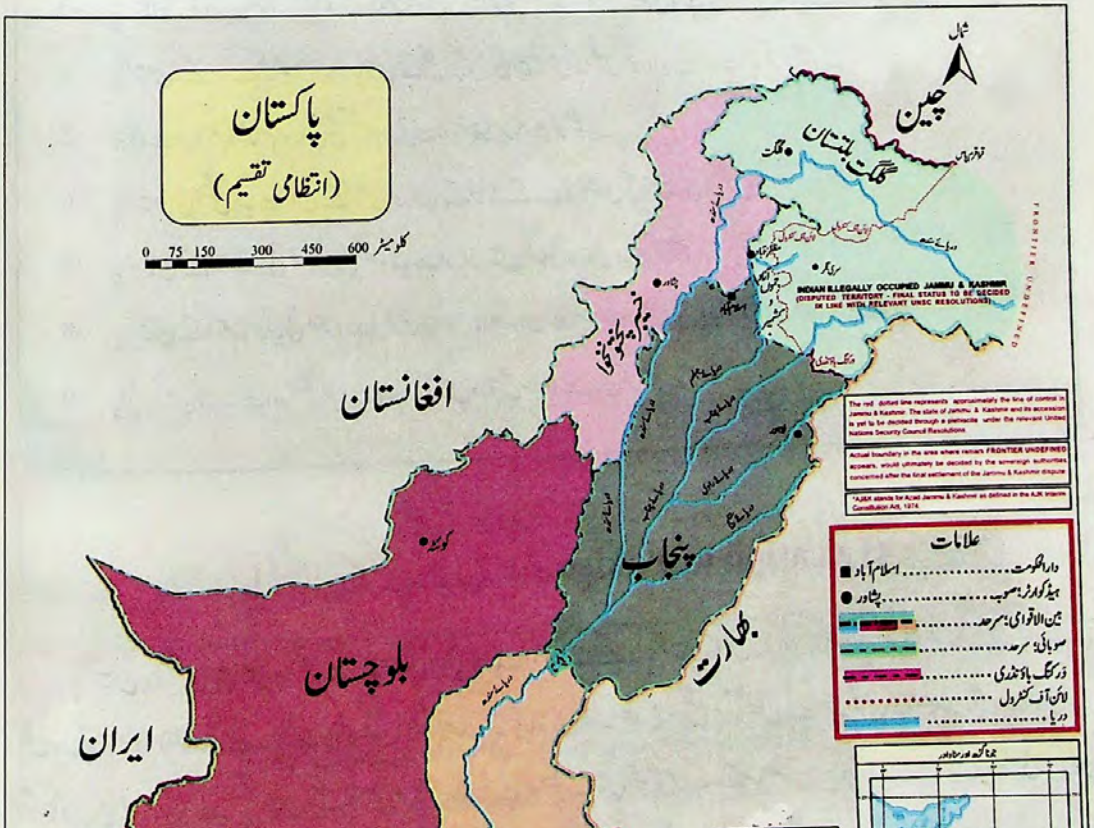
پاکستان براعظم ایشیا میں واقع ہے۔ یہ جنوبی ایشیا کا ایک اہم ملک ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ 796,096 مربع کلومیٹر ہے، جو دنیا کے کل رقبے کا 0.67 فیصد ہے۔ پاکستان کا قریباً 58 فیصد رقبہ پہاڑوں اور سطوحِ مرتفع پر مشتمل ہے جبکہ قریباً 42 فیصد رقبہ میدانوں اور ریگستانوں پر پھیلا ہوا ہے۔ پاکستان ایک وسیع و عریض ملک ہے جو جنوب میں بحیرۂ عرب کے ساحلوں اور دریائے سندھ کے ڈیلٹائی میدان سے شمال کے بلند و بالا پہاڑی سلسلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ جنوب مشرقی حصہ دریائی میدانوں سے گھرا ہوا ہے جبکہ مغربی اور وسطی حصہ کئی پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی آب و ہوا میں موسمی فرق بہت نمایاں ہے۔

پاکستان اس لحاظ سے ایک خوش قسمت ملک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک موزوں طبعی ماحول سے نوازا ہے۔ طبعی ماحول کسی ملک

کے رہنے والوں کی معاشی، معاشرتی، سماجی اور دوسری سرگرمیوں پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ طبعی ماحول سے مراد ہم محل وقوع، طبعی خدوخال اور آب وہوا وغیرہ لیتے ہیں۔ جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے پاکستان 24 سے 37 درجے عرض بلد شمالی اور 61 سے 77 درجے طول بلد مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ پاکستان کے شمال مشرق میں چین، مغرب کی جانب افغانستان اور ایران، مشرق کی سمت بھارت اور جنوب میں بحیرۂ عرب واقع ہے۔

محلِ وقوع کی اہمیت (Importance of Location)

پاکستان کو اپنے محل وقوع کے اعتبار سے دنیا میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ پاکستان مشرق اور مغرب کے درمیان رابطے کا اہم ذریعہ ہے۔



1- پاکستان کے شمال مشرق میں چین واقع ہے جو دنیا کے نقشے پر ایک اہم معاشی طاقت بن کر ابھر رہا ہے۔ چین نے ہر مشکل وقت میں پاکستان کا ساتھ دیا اور پاکستان بھی چین کی دوستی پر فخر کرتا ہے۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) منصوبے سمیت پاکستان میں کئی ترقیاتی منصوبوں پر کام کر رہا ہے۔ ان منصوبوں سے دونوں ممالک کے درمیان صنعتی، معاشی اور سماجی تعلقات مزید مستحکم ہو رہے ہیں۔ اور اس خطے کی ترقی و خوشحالی کے نئے دروازے کھل رہے ہیں۔

2- پاکستان کے شمال مغرب کی سمت وسطی ایشیائی اسلامی ممالک (قازقستان، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان اور کرغیزستان) واقع ہیں۔ یہ ممالک خشکی سے گھرے ہوئے ہیں اور قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ پاکستان کے ان اسلامی ریاستوں سے مذہبی، ثقافتی اور تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ پاکستان واحد ملک ہے جو وسطی ایشیائی ریاستوں کو قریب ترین بحری راستہ فراہم کرتا ہے۔

3- پاکستان کے شمال مغرب کی جانب افغانستان اور ایران واقع ہیں۔ افغانستان کے ساتھ ملحقہ سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں۔ ان ممالک کے ساتھ بھی پاکستان کے برادرانہ تعلقات قائم ہیں۔

4- پاکستان کے مشرق میں بھارت واقع ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان جموں و کشمیر اور کئی دوسرے مسائل پر کشیدگی موجود ہے لیکن ان مسائل کے حل کے بعد دونوں ممالک میں تعاون کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔

5- پاکستان کے جنوب میں بحیرۂ عرب واقع ہے جو بحر ہند کا حصہ ہے۔ مغرب اور مشرق کے درمیان تجارت زیادہ تر بحر ہند کے راستے سے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ایک اہم تجارتی شاہراہ پر ہونے کی وجہ سے پاکستان کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان بحیرۂ عرب کے راستے خلیج فارس سے ملحقہ مسلم ممالک سے ملا ہوا ہے۔ یہ تمام خلیجی ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ خلیج فارس کی بنا پر بحر ہند ہمیشہ سے بڑی طاقتوں کے درمیان توجہ کا مرکز رہا ہے۔ کراچی، پورٹ قاسم اور گوادر پاکستان کی اہم بندرگاہیں ہیں۔

6- اس کے علاوہ پاکستان کے خوشگوار تعلقات بحر ہند کے راستے کئی ممالک کے ساتھ قائم ہیں۔ ان میں جنوب مشرقی ایشیائی مسلم ممالک (انڈونیشیا، ملائشیا، برونائی دارالسلام) جنوبی ایشیائی مسلم ممالک (بنگلہ دیش، مالدیپ) اور سری لنکا شامل ہیں۔

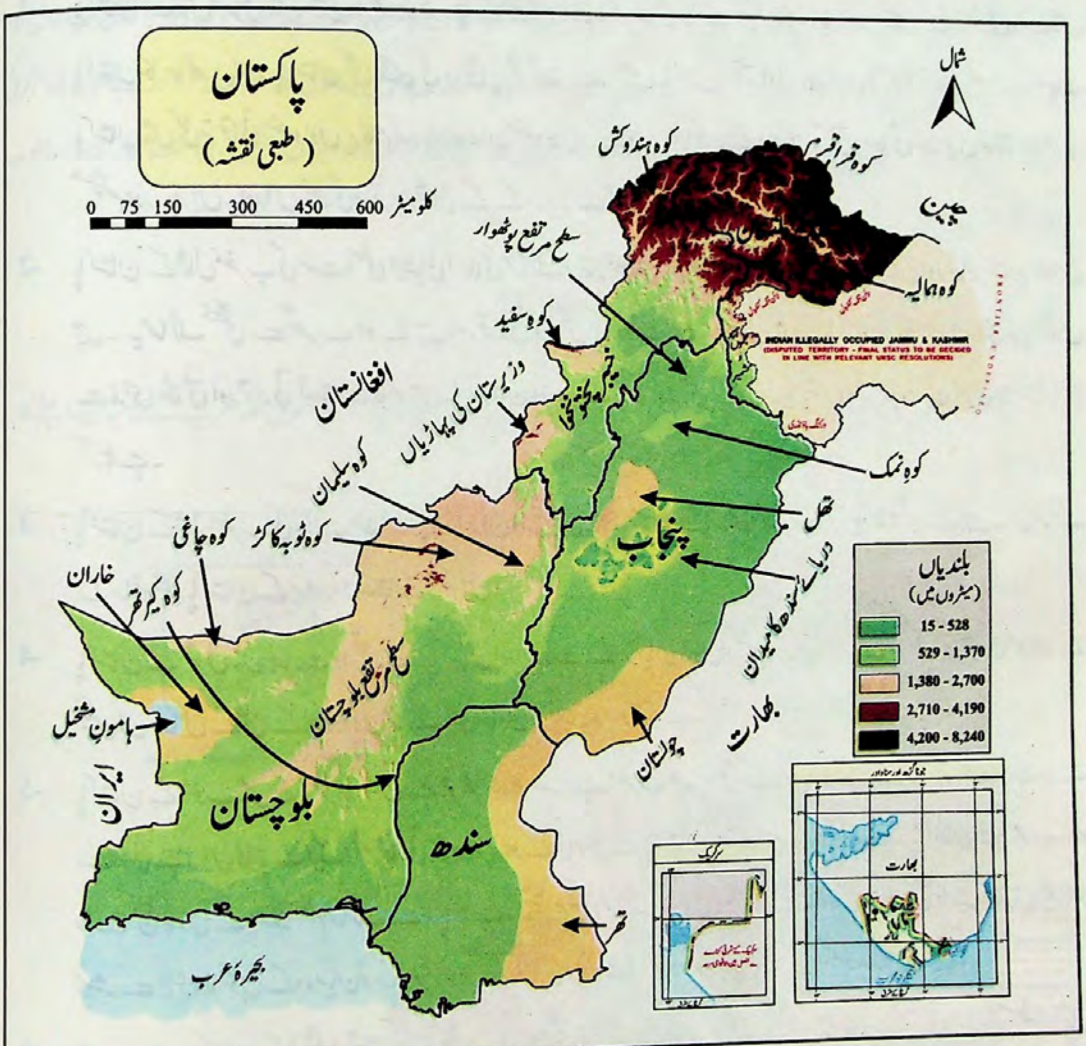
پاکستان کے طبعی خدوخال (Physical Features of Pakistan)

طبعی خدوخال کے لحاظ سے پاکستان کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1- پہاڑی سلسلے 2- میدانی علاقے 3- سطوحِ مرتفع

1- پہاڑی سلسلے (Mountain Ranges)

زمین کا وہ حصہ جو سطح زمین سے بلند ہو اور جس کی اطراف کی ڈھلوان زیادہ، سطح پتھریلی اور ناہموار ہو، پہاڑ کہلاتا ہے۔



پاکستان میں دنیا کے بلند پہاڑی سلسلے پائے جاتے ہیں۔ ان کی تقسیم مندرجہ ذیل ہے:

(i) شمالی پہاڑی سلسلے

(ii) شمال مغربی پہاڑی سلسلہ

(iii) مغربی پہاڑی سلسلے

(i) شمالی پہاڑی سلسلے (Northern Mountain Ranges)

اس پہاڑی سلسلے میں کوہ ہمالیہ اور کوہ قراقرم واقع ہیں۔

کوہِ قراقرم (Koh-e-Karakoram)

یہ پہاڑی سلسلہ پاکستان کے شمال میں واقع ہے۔ دنیا کی دوسری بلند ترین پہاڑی چوٹی کے۔ٹو اسی پہاڑی سلسلہ میں ہے جو سطح سمندر سے قریباً 8611 میٹر بلند ہے۔ کوہ قراقرم کی اوسط بلندی قریباً 7000 میٹر ہے۔ اس پہاڑ کی دشوار گزار بلند چوٹیاں سارا سال برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ دنیا کے بلند ترین پہاڑی درّے خنجراب اور شندور یہیں واقع ہیں۔ وادی ہنزہ اور گلگت وغیرہ خوبصورت وادیاں ہیں۔ گرمی کا موسم شروع ہونے سے پہلے ان وادیوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ پاکستان اور چین کے درمیان واقع ہے۔ شاہراہِ قراقرم تعمیر ہونے سے دونوں ممالک کو تجارت اور سیاحت میں کافی فائدہ ہوا ہے۔



درہ خنجراب پاکستان اور چین کو ملاتا ہے۔

کوہ ہمالیہ (Koh-e-Himalayas)

کوہ ہمالیہ کا عظیم پہاڑی سلسلہ کوہ قراقرم کے جنوب میں واقع ہے۔ کوہ ہمالیہ جنوبی ایشیا کے شمال میں مغرب سے جنوب مشرق کی طرف شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ پاکستان میں کوہ ہمالیہ کا مغربی حصہ واقع ہے۔ اس کی اوسط بلندی 1000 میٹر سے لے کر 6500 میٹر تک ہے۔ جس میں شوالک کی پہاڑیاں، ہمالیہ صغیر کا پہاڑی سلسلہ اور ہمالیہ کبیر کا پہاڑی سلسلہ واقع ہے۔ نانگا پربت اس پہاڑی سلسلہ کی پاکستان میں سب سے بلند چوٹی ہے جس کی سطح سمندر سے بلندی قریباً 8126 میٹر ہے۔ اس پہاڑی سلسلہ میں دنیا کی خوب صورت ترین وادیاں واقع ہیں جن میں وادی کشمیر اہم ہے۔ کوہ ہمالیہ جنوب سے شمال کی جانب بلند ہوتا جاتا ہے۔ قدرتی نباتات خصوصاً سدابہار نوکدار جنگلات سے یہ پہاڑ مالا مال ہیں۔



نانگا پربت

کیا آپ جانتے ہیں؟
ماؤنٹ ایوریسٹ دنیا کی بلند ترین پہاڑی چوٹی ہے اس کی بلندی 8848 میٹر ہے۔ جو کہ نیپال میں واقع ہے۔

(ii) شمالی مغربی پہاڑی سلسلہ (North Western Mountain Range)

کوہ ہندوکش (Koh-e-Hindukush)

کوہ ہندوکش پاکستان کے شمال مغرب میں شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ سطح مرتفع پامیر سے شروع ہو کر دریائے کابل تک پھیلا ہوا ہے۔ کوہ ہندوکش کا زیادہ تر حصہ افغانستان میں واقع ہے۔ اس پہاڑی سلسلے کی بلند ترین چوٹی ترچ میر ہے جو قریباً 7690 میٹر بلند ہے۔ اسی پہاڑ میں چترال، سوات اور دیر کی وادیاں واقع ہیں۔



ترچ میر

(iii) مغربی پہاڑی سلسلے (Western Mountain Ranges)

کوہِ سفید (Koh-e-Sofaid)

کوہِ سفید دریائے کابل کے جنوب میں شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ اس پہاڑی سلسلہ کی اوسط بلندی قریباً 3600 میٹر ہے۔ درّہ خیبر کوہِ سفید کے شمال میں واقع ہے۔ درّہ خیبر پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک تاریخی گزرگاہ ہے جس کی لمبائی قریباً 53 کلومیٹر ہے۔ کوہِ سفید کے جنوب میں دریائے کرم بہتا ہے۔

وزیرستان کی پہاڑیاں (Waziristan Hills)

کوہاٹ اور وزیرستان کی پہاڑیاں کوہ سفید کے جنوب میں واقع ہیں۔ یہ مختلف پہاڑیوں کے سلسلے ہیں۔ ان پہاڑیوں کے اہم درّے کرم، ٹوچی اور گومل ہیں۔ دریائے کرم اور دریائے گومل کے درمیان واقع یہ پہاڑی سلسلہ شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ اس سلسلہ کا ایک اور اہم دریا ٹوچی بھی ہے۔ ان دریاؤں کی وادیاں پاکستان اور افغانستان کے درمیان اہم تجارتی، ثقافتی اور تاریخی اہمیت کی حامل گزرگاہیں ہیں۔ وزیرستان کی پہاڑیوں کے جنوب میں افغانستان کی سرحد کے ساتھ ٹوبا کاکڑ کا پہاڑی سلسلہ واقع ہے۔



دریائے گومل

کوہ سلیمان (Koh-e-Suleman)

کوہِ سلیمان وزیرستان کی پہاڑیوں کے جنوب میں شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ پاکستان کے قریباً وسط میں واقع ہے۔ کوہِ سلیمان کی بلندترین چوٹی تخت سلیمان ہے جو سطح سمندر سے قریباً 3379 میٹر بلند ہے۔ دریائے بولان اس سلسلے کا اہم دریا ہے۔ کوہِ سلیمان کے جنوب میں بگٹی اور مری کی پہاڑیاں ہیں۔ درۂ بولان اسی پہاڑی سلسلے میں واقع ہے۔



کوہ سلیمان

کیرتھر کی پہاڑیاں (Kirthar Hills)

کیرتھر کی پہاڑیاں دریائے سندھ کے مغرب کی جانب صوبہ سندھ اور بلوچستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ کوہِ سلیمان کے جنوب میں واقع ہیں۔ یہ پہاڑیاں شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ہیں۔ کیرتھر کی زیادہ سے زیادہ بلندی قریباً 2150 میٹر ہے۔ دریائے حب اور لیاری کیرتھر سے بحیرۂ عرب کی طرف بہتے ہیں۔



کیرتھر نیشنل پارک

کوہِ نمک (Salt Range)

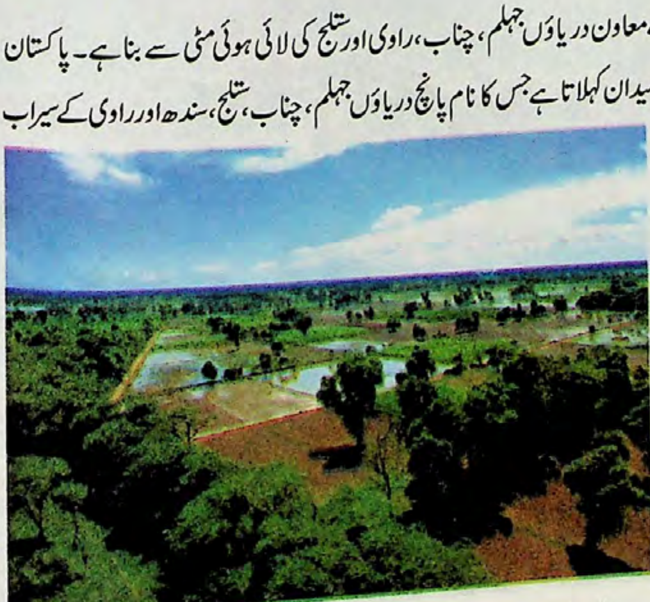
کوہِ نمک سطح مرتفع پوٹھوار کے جنوب میں واقع ہے۔ کوہِ نمک کے مشرق میں دریائے جہلم واقع ہے۔ کوہِ نمک کی اوسطاً بلندی قریباً 700 میٹر ہے لیکن سکیسر کے مقام پر اس کی بلندی قریباً 1500 میٹر ہو جاتی ہے۔ اس علاقے کا مشہور اور بڑا دریا سواں ہے۔



کلر کہار سالٹ رینج

2- میدانی علاقے (Plain Areas)

دریائے سندھ کا میدان دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں جہلم، چناب، راوی اور ستلج کی لائی ہوئی مٹی سے بنا ہے۔ پاکستان میں صوبہ پنجاب کا میدانی علاقہ، دریائے سندھ کا بالائی میدان کہلاتا ہے جس کا نام پانچ دریاؤں جہلم، چناب، ستلج، سندھ اور راوی کے سیراب کرنے کی وجہ سے رکھا ہے۔ دریائے سندھ پاکستان کا سب سے بڑا اور اہم دریا ہے۔ یہ میدان قریباً ہموار ہے اور دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی سے بنا ہے لہٰذا مٹی بہت زرخیز ہے۔ بارش کی کمی کو مصنوعی آب پاشی یعنی ٹیوب ویلوں اور نہری پانی سے پورا کیا جاتا ہے۔ فوری اور ضرورت کے مطابق آبپاشی سے بہتر پیداوار حاصل ہوتی ہے۔



میدانی علاقہ

کیا آپ جانتے ہیں؟

دنیا کی تقریباً 80 فیصد آبادی میدانوں میں پائی جاتی ہے۔

دریائے سندھ کا زیریں میدان ہموار ہے اور کم ڈھلوان رکھتا ہے۔ اس میدان کو صرف دریائے سندھ ہی سیراب کرتا ہے۔ دریائے سندھ کا زیریں میدان زرعی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ اس میدان کے جنوب مشرق کی جانب تھر کا ریگستان ہے۔ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی علاقہ ٹھٹھہ کے قریب سے شروع ہوتا ہے اور یہ دریا بہت سی شاخوں میں تقسیم ہو کر بحیرۂ عرب میں گرتا ہے۔ میدانی علاقے میں ساحلی میدان اور ریگستان بھی شامل ہیں۔

(i) ساحلی میدان (Coastal Plain)

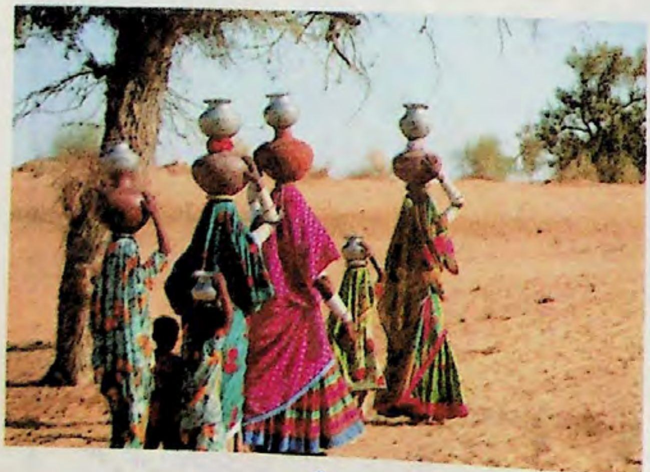
پاکستان کا ساحل قریباً 1058 کلومیٹر لمبا ہے۔ یہ ساحلی پٹی مشرق میں صوبہ سندھ میں بھارت کی سرحد سے شروع ہوتی ہے اور ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتی ہوئی مغرب میں ایران کی سرحد تک پھیلی ہوئی ہے۔ ساحلی میدانی علاقہ چھوٹی بڑی بندرگاہوں پر مشتمل ہے جن میں کراچی سب سے اہم بندرگاہ ہے۔ دوسری اہم بندرگاہیں پورٹ قاسم، گوادر اور پسنی ہیں۔ ان علاقوں میں ماہی گیری کی صنعت ترقی کر رہی ہے۔ لہٰذا یہ ساحلی میدان اہم معاشی سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔



مکران کوسٹل ہائی وے

(ii) ریگستان (Deserts)

پاکستان کا جنوب مشرقی حصہ ریگستانی خصوصیت رکھتا ہے۔ یہ ایک وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا ہے اس علاقے میں بہاولپور، بہاولنگر، رحیم یار خان، سکھر، خیرپور، سانگھڑ، میرپور خاص اور تھرپارکر کے اضلاع شامل ہیں۔ بہاولپور میں اس صحرا کو چولستان یا روہی جبکہ سندھ میں تھر کہتے ہیں۔ بارش کم ہونے کی وجہ سے صحرائی نباتات ملتی ہیں۔ زیادہ تر علاقہ غیر آباد ہے۔



تھر

پاکستان کا دوسرا ریگستان تھل ہے۔ یہ ریگستان دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔ یہ علاقہ زیادہ تر غیر آباد ہے۔ پاکستان کا تیسرا ریگستانی علاقہ صوبہ بلوچستان کے شمال مغرب میں واقع ہے جسے صحرائے خاران کہتے ہیں۔ اس میں کچھ چاغی کا علاقہ بھی شامل ہے۔

3- سطوحِ مرتفع (Plateaus)

کیا آپ جانتے ہیں؟

سطح مرتفع پامیر دنیا کی سب سے بلند سطح مرتفع ہے، جسے دنیا کی چھت بھی کہا جاتا ہے۔

سطحِ مرتفع کے خدوخال میں نشیب و فراز ملتے ہیں۔ کہیں پہاڑی سلسلے پائے جاتے ہیں، کہیں میدان اور کہیں دریائی وادیاں سطح مرتفع پر موجود ہوتی ہیں۔

(i) سطح مرتفع پوٹھوار (Pothowar Plateau)

سطحِ مرتفع پوٹھوار کے شمال میں کالا چٹا اور مارگلہ کی پہاڑیاں، جنوب میں کوہستان نمک، مشرق میں دریائے جہلم اور مغرب کی جانب دریائے سندھ بہتا ہے۔ یہ سطح مرتفع سمندر سے 300 میٹر سے 600 میٹر تک بلند ہے۔ یہاں کا اہم دریا دریائے سواں ہے جو یہاں اپنی وادی بناتا ہے جسے وادی سواں کہتے ہیں۔ سطحِ مرتفع پوٹھوار کی سطح بے حد کٹی پھٹی ہے۔



پوٹھوار

(ii) سطح مرتفع بلوچستان (Balochistan Plateau)

سطح مرتفع بلوچستان کوہ سلیمان اور کیرتھر کے پہاڑی سلسلوں کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ سطح مرتفع زیادہ سے زیادہ 900 میٹر تک بلند ہے۔ سطح مرتفع بلوچستان ناہموار اور بنجر ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے لہٰذا یہ علاقہ صحرائی خصوصیات رکھتا ہے۔ اس سطح مرتفع کے شمال میں کوہ چاغی اور ٹوبا کاکڑ کے پہاڑی سلسلے ہیں۔ صوبہ بلوچستان کے مغربی حصے میں نمکین پانی کی جھیلیں ہیں جن میں سب سے مشہور اور بڑی جھیل ہامونِ مشخیل ہے۔ سطح مرتفع کے اہم دریا گومل، ژوب اور ہنگول ہیں۔

پاکستان کی آب وہوا (Climate of Pakistan)

کسی ملک یا علاقے کی لمبے عرصے کی موسمی کیفیات کا مطالعہ آب وہوا کہلاتا ہے۔ موسمی کیفیات سے مراد درجہ حرارت، بارش، ہوا کا دباؤ اور نمی وغیرہ ہیں۔

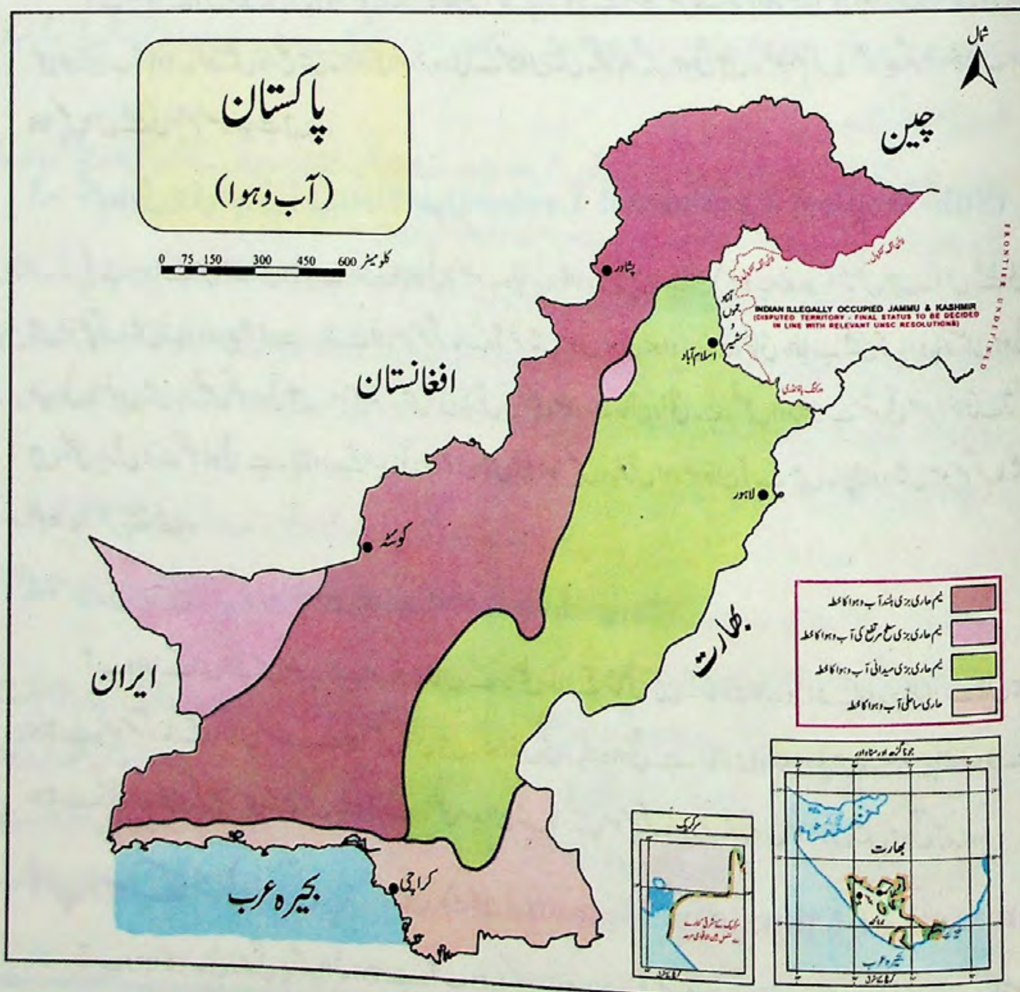
پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے مندرجہ ذیل خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1- نیم حاری برّی بلند آب وہوا کا خطہ

2- نیم حاری برّی سطح مرتفع کی آب وہوا کا خطہ

3- نیم حاری برّی میدانی آب وہوا کا خطہ

4- حاری ساحلی آب وہوا کا خطہ



1- نیم حاری برّی بلند آب وہوا کا خطہ (Sub-Tropical Continental Highland)

آب وہوا کے اس خطہ میں پاکستان کے شمالی بلند پہاڑی علاقے (بیرونی، وسطی کوہ ہمالیہ) شمال مغربی پہاڑی سلسلے (چترال، سوات اور دیر وغیرہ) مغربی پہاڑی سلسلے (وزیرستان، ژوب اور لورالائی) اور بلوچستان کے پہاڑی سلسلے (کوئٹہ، ساراوان، وسطی مکران اور جالیوان) شامل ہیں۔ یہاں کی آب وہوا موسم سرما میں سرد ترین ہوتی ہے۔ عموماً برف باری ہوتی ہے۔ موسم گرما ٹھنڈا ہوتا ہے جبکہ موسم بہار میں بارشیں ہوتی ہیں۔

اس خطہ کے کچھ علاقوں مثلاً بیرونی ہمالیہ، مری اور ہزارہ میں قریباً سارا سال بارشیں ہوتی ہیں۔ زیادہ تر بارشیں موسم گرما کے آخر میں ہوتی ہیں۔

2- نیم حاری برّی سطح مرتفع آب وہوا کا خطہ (Sub-Tropical Continental Plateau)

آب وہوا کے اس خطہ میں زیادہ تر بلوچستان کا علاقہ آتا ہے۔ مئی سے وسط ستمبر تک گرم اور گرد آلود ہوائیں مسلسل چلتی رہتی ہیں۔ بی اور جیکب آباد اس خطہ میں واقع ہیں۔ جنوری اور فروری کے مہینوں میں کچھ بارشیں ہوتی ہیں۔ موسم گرما شدید گرم، خشک اور گرد آلود ہوائیں اس خطے کی اہم خصوصیات ہیں۔

3- نیم حاری برّی میدانی آب وہوا کا خطہ (Sub-Tropical Continental Lowland)

آب وہوا کے اس خطہ میں دریائے سندھ کا بالائی (صوبہ پنجاب) اور زیریں میدان (صوبہ سندھ) شامل ہیں۔ اس خطے کی آب وہوا میں موسم گرما میں زیادہ درجہ حرارت رہتا ہے اور موسم گرما کے آخر میں مون سون ہواؤں سے شمالی پنجاب میں زیادہ بارشیں ہوتی ہیں جبکہ میدانی علاقوں میں بارشیں کم ہوتی ہیں۔ موسم سرما میں بھی بارش کی یہی صورت حال رہتی ہے۔ تھل اور جنوب مشرقی صحرا خشک ترین علاقے ہیں یعنی بارش بہت کم ہوتی ہے۔ پشاور کے میدانی علاقوں میں تیز ہوائیں، بارش اور طوفان آتے ہیں۔ پشاور میں موسم گرما میں گرد کے طوفان اکثر چلتے ہیں۔

4- حاری ساحلی آب وہوا کا خطہ (Tropical Coastalland)

آب وہوا کے اس خطہ میں صوبہ سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقے شامل ہیں۔ سالانہ اور روزانہ کے درجہ حرارت میں بہت کم فرق ہوتا ہے۔ موسم گرما کے دوران سمندر سے ہوائیں چلتی ہیں۔ ہوا میں نمی زیادہ ہوتی ہے۔ سالانہ اوسط درجہ حرارت قریباً 32 درجے سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ مئی اور جون گرم ترین مہینے ہیں۔ لسبیلہ کے ساحلی میدان میں بارشیں موسم گرما اور سرما دونوں موسموں میں ہوتی ہیں۔

آب وہوا کے انسانی زندگی پر اثرات (Impacts of Climate on Human Life)

☆ آب وہوا کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ آب وہوا کسی مقام یا علاقے میں موجود انسانوں کے روزمرہ کاموں پر اثر رکھتی ہے۔

کسی ملک کے رہنے والوں کی معاشی، معاشرتی، سماجی، سیاسی، تجارتی سمیت تمام سرگرمیوں کا انحصار کافی حد تک آب و ہوا پر ہے۔ سرد علاقوں کے لوگوں کا لباس، رہائش اور خوراک وغیرہ گرم علاقوں کے لوگوں سے کافی حد تک مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح ملکی سطح پر تجارتی، معاشی غرضیکہ تمام سرگرمیاں مختلف ہوتی ہیں۔

☆ پاکستان کے شمالی و شمال مغربی علاقے پہاڑی سلسلوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ علاقے سطح سمندر سے کئی ہزار میٹر بلند ہیں۔ جیسے جیسے ہم سطح سمندر سے بلندی کی طرف جاتے ہیں، درجہ حرارت میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں کا درجہ حرارت موسم سرما میں سرد ترین یعنی نقطہ انجماد (0 درجے سیلسیس) سے گر جاتا ہے۔ زیادہ تر برف باری ہوتی ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کی تمام سرگرمیاں موسم سرما میں قریباً محدود ہو جاتی ہیں۔ لوگ موسم سرما کے شروع ہونے سے پہلے خوراک اور دیگر ضروری اشیا ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ لوگوں کی سرگرمیوں میں گھریلو دستکاری بہت اہم ہے۔ بعض لوگ اپنے مویشیوں کو پہاڑی علاقوں سے میدانی علاقوں کی طرف منتقل کر لیتے ہیں کیونکہ برف باری کی وجہ سے چراگاہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ موسم گرما میں یہ علاقے سرسبز و شاداب ہو جاتے ہیں۔ برف پگھلنے سے ندی نالے رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے لوگ اپنے مویشیوں کو لے کر دوبارہ ان علاقوں کا رُخ کرتے ہیں۔ موسم گرما میں کاشت کاری لوگوں کا اہم پیشہ ہے۔ مختلف اقسام کے پھل پیدا ہوتے ہیں لہٰذا معاشی و تجارتی سرگرمیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

☆ پہاڑی علاقے نسبتاً کم گنجان آباد ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں معدنیات کے ذخائر بھی ملتے ہیں۔ یہاں کے لوگ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ ان علاقوں کی آب و ہوا اچھی ہونے کی وجہ سے سیاحت کو بہت ترقی ملی ہے۔

☆ پاکستان کے میدانی علاقوں کی آب و ہوا میں شدت پائی جاتی ہے یعنی موسم گرما گرم اور موسم سرما سرد ہوتا ہے۔ یہ آب و ہوا مختلف اقسام کی فصلوں، سبزیوں اور پھلوں کے لیے بہت موزوں ہے۔ میدانی علاقے کیونکہ دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی سے بنے ہیں لہٰذا بہت زرخیز ہیں۔ ان علاقوں کے رہنے والوں کی آمدنی کا زیادہ تر دارومدار زراعت اور اس سے متعلقہ صنعتوں پر ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کی معاشی حالت نسبتاً بہتر ہے۔

☆ لوگوں کے رہن سہن، خوراک اور لباس وغیرہ پر آب و ہوا کا بہت گہرا اثر ہے۔ میدانی علاقوں میں بارش کی کمی کو مصنوعی آبپاشی کے نظام کے ذریعے پورا کیا گیا ہے۔ یہ گنجان آباد علاقہ ہے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ آبادی اسی علاقے میں ہے۔ ذرائع آمد و رفت اور نقل و حمل بہتر ہیں اور لوگوں کو ہر طرح کی سہولتیں میسر ہیں۔

☆ پاکستان میں صحرائی علاقوں کی آب و ہوا بہت گرم اور خشک ہے۔ دن اور رات کے درجہ حرارت میں بہت فرق ہے۔ موسم گرما میں دن کے وقت لُو چلتی ہے۔ گرد آلود آندھیاں چلتی ہیں۔ پنجاب کا جنوبی اور صوبہ سندھ کا شمالی و جنوبی علاقہ خاص طور پر ریگستانی خصوصیت رکھتا ہے۔ ان علاقوں کے لوگوں کی زندگی انتہائی سخت ہے۔ بارش کم ہوتی ہے اس لیے پینے کے لیے پانی دور دور سے لانا پڑتا ہے۔ جن علاقوں میں نہریں پانی کی فراہمی کا ذریعہ ہیں وہاں زندگی قدرے بہتر گزرتی ہے۔ بھیڑ بکریاں پالنا ان علاقوں کے لوگوں کا سب سے اہم ذریعۂ معاش ہے۔

☆ پاکستان میں سطح مرتفع بلوچستان کی آب و ہوا موسم گرما میں گرم ترین اور موسم سرما میں سرد ترین ہوتی ہے۔ موسم سرما میں بعض بلند مقامات پر برف باری ہوتی ہے۔ یہ پاکستان کا خشک ترین علاقہ ہے۔ موسم سرما کی برف باری اس علاقے میں پانی کے ذخیروں کی دستیابی کا اہم ذریعہ ہے۔ موسم گرما میں نشیبی علاقے اور چھوٹے دریاؤں میں پانی جمع ہو جاتا ہے لہٰذا یہاں جھیلیں اور موسمی ندی نالے موجود ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں بارش کے پانی کو جمع کر کے زمین دوز نالیوں ''کاریز'' کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ لایا جاتا ہے۔ بلوچستان میں درجہ حرارت زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ زمین دوز نالیاں بہت اہم ہیں جن سے پانی بخارات بن کر نہیں اڑ سکتا جس کی وجہ سے اس علاقے میں کاشتکاری شروع ہو گئی ہے۔

☆ یہاں کے رہنے والوں کی آمدنی کا زیادہ تر دارومدار بھیڑ بکریاں اور مویشی پالنے پر ہے۔ یہ علاقہ پھلوں کی پیداوار اور معدنی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے۔ لوگوں کا ذریعہ معاش مقامی وسائل کی دستیابی پر ہے۔

پاکستان کے بڑے گلیشیئرز اور دریا
(Major Glaciers and Rivers of Pakistan)

گلیشیئر (Glacier)

پہاڑیوں کی وادیوں میں جمی ہوئی برف جو کہ ڈھلوان کی طرف حرکت کرتی ہے گلیشیئر کہلاتا ہے۔ زیادہ بلند علاقوں میں درجہ حرارت کم ہونے اور برف باری سے گلیشیئرز بنتے ہیں۔ مسلسل برف کے جمے ہونے سے نیچے والی برف سخت ہو جاتی ہے اور کم بلندی کی طرف سرکنا شروع کر دیتی ہے، جس سے گلیشیئر حرکت کرتا ہے۔ پاکستان نیم حاری آب و ہوا کے خطے میں واقع ہے۔ جہاں عام طور پر زیادہ سردی اور بارش نہیں ہوتی لیکن پاکستان کے شمال اور شمال مشرقی علاقے ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش جیسے دنیا کے بلند ترین پہاڑوں پر مشتمل ہیں۔ تمام سال برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ان پہاڑی سلسلوں میں دنیا کے بڑے بڑے گلیشیئرز موجود ہیں، جن میں سیاچن، بلتورو، بیافو، بتورا اور ہسپر وغیرہ چند بڑے گلیشیئرز ہیں۔



گلیشیئر

سیاچن گلیشیئر (Siachen Glacier)

سیاچن بلتی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی جنگلی گلاب کے ہیں۔ اس گلیشیئر پر یہ پودا زیادہ اگتا ہے اس لیے بلتی لوگ اسے سیاچن کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی 72 کلومیٹر ہے۔ یہ سلسلہ قراقرم میں واقع ہے۔

بالتورو گلیشیئر (Baltoro Glacier)

بالتورو گلیشیئر بلتستان میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی 58 کلومیٹر ہے۔ مشہور زمانہ کے ٹو پہاڑ بھی اسی گلیشیئر میں واقع ہے۔ برالدو دریا (Braldu River) اسی گلیشیئر سے نکلتا ہے جو دریائے سندھ میں گرتا ہے۔ سکردو شہر سے اس گلیشیئر تک رسائی کی جا سکتی ہے۔

بتورا گلیشیئر (Batora Glacier)

بتورا گلیشیئر 58 کلومیٹر لمبا ہے۔ یہ وادی گوجال (ضلع ہنزہ)، گلگت بلتستان میں واقع ہے۔

بیافو گلیشیئر (Biafo Glacier)

بیافو گلیشیئر قراقرم کے پہاڑوں میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی 62 کلومیٹر ہے۔ یہ ہسپر گلیشیئر سے ملتا ہے، جو کہ وادی نگر میں واقع ہے۔

> **کیا آپ جانتے ہیں؟**
> گلیشیئرز پاکستان سمیت دنیا بھر میں تازہ پانی کا ایک سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔

ہسپر گلیشیئر (Hispar Glacier)

ہسپر گلیشیئر گلگت بلتستان کے علاقے نگر میں واقع ہے۔ یہ گلیشیئر 61 کلومیٹر لمبا ہے۔ دریائے ہسپر اسی گلیشیئر سے نکلتا ہے۔

گلیشیئرز کی اہمیت (Importance of Glaciers)

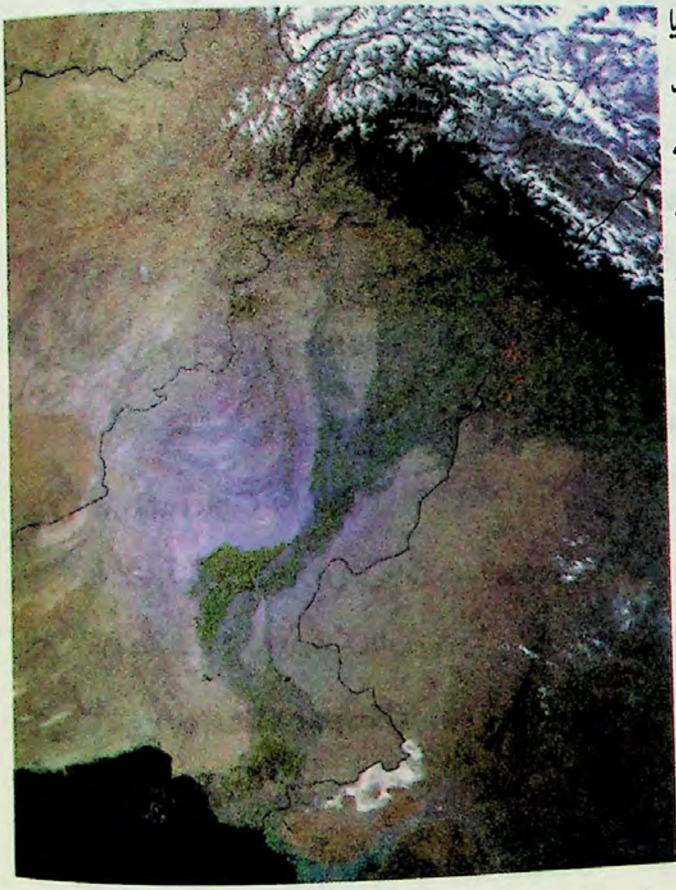
پاکستان میں قراقرم کا پہاڑی سلسلہ دنیا کے سب سے زیادہ گلیشیئرز والے علاقوں میں سے ایک ہے۔ پاکستان میں پائے جانے والے ان گلیشیئرز کا تازہ پانی چشموں اور نالوں کی صورت میں دریاؤں میں گرتا ہے۔ پاکستان میں بہنے والے دریا ان ہی گلیشیئرز کے مرہون منت ہیں۔ اس کے علاوہ گلیشیئرز کے ٹوٹنے پھوٹنے کی وجہ سے ان پہاڑی سلسلوں میں کئی تازہ پانی کی جھیلیں بھی وجود میں آگئی ہیں جو کہ مقامی آبادی کی پانی کی ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔ ان جھیلوں میں سیف الملوک، شندور اور ست پارا اہم حیثیت کی حامل ہیں۔ ان جھیلوں کی موجودگی کی وجہ سے اس علاقے کی خوبصورتی میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے یہ علاقے سیاحت کے لیے بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ یہ جھیلیں اس علاقے میں موجود آبی حیات کی پرورش کے لیے بھی معاون ہیں۔

پاکستان کے دریا (Rivers of Pakistan)

پاکستان میں دریاؤں کا نظام دریائے سندھ کے مشرقی اور مغربی معاون دریاؤں جو کہ صوبہ پنجاب، گلگت بلتستان، خیبر پختونخوا، سندھ،

آزاد کشمیر کے علاوہ بلوچستان کے دریاؤں پر مشتمل ہے جو ہمارے ملک کی سرزمین کو سیراب کرتے ہیں۔

دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا (Indus River and its tributaries)



سیٹلائٹ سے لی گئی دریائے سندھ کی تصویر

دریائے سندھ پاکستان کا سب سے بڑا دریا ہے جو پنجاب کے بھی ایک بڑے علاقے کو سیراب کرتا ہے۔ یہ دریا چین کے علاقے تبت سے نکلتا ہے اور گلگت بلتستان کے علاقے سے بہتا ہوا اٹک کے مقام پر پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ شمال سے جنوب کی طرف سے بہتا ہوا صوبہ سندھ میں داخل ہوتا ہے۔ مٹھن کوٹ کے مقام پر پنجاب کے باقی تمام دریا، دریائے سندھ سے مل جاتے ہیں۔ یہاں سے دریائے سندھ جنوب کی طرف بہتا ہے اور صوبہ سندھ سے گزر کر بحیرۂ عرب میں جا گرتا ہے۔ دریائے سندھ کے بہت سے معاون دریا ہیں جو اسے دائیں اور بائیں اطراف سے آکر ملتے ہیں۔ بائیں طرف سے ملانے والے دریا کیونکہ زیادہ تر مشرق کی طرف سے آتے ہیں اس لیے انھیں مشرقی معاون دریا بھی کہتے ہیں۔

دریائے سندھ کے مشرقی معاون دریا (Indus River and its Eastern tributaries)

> **کیا آپ جانتے ہیں؟**
>
> 1960 میں سندھ طاس معاہدے کے تحت تین دریا سندھ، چناب اور جہلم پاکستان کے حصے میں جبکہ دریائے راوی، ستلج اور بیاس بھارت کے حصہ میں آئے۔

i- دریائے راوی (Ravi River)

یہ دریا سلسلہ ہائے کوہ ہمالیہ سے جنم لے کر وادی کشمیر کی طرف بڑھتا ہے۔ ضلع نارووال کی تحصیل شکر گڑھ سے پاکستان کے صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے اور لاہور کی سمت بہنا شروع کر دیتا ہے۔ پنجاب کا دارالحکومت لاہور دریائے راوی کے کنارے واقع ہے۔

ii- دریائے ستلج (Sutlej River)

دریائے ستلج کوہ ہمالیہ سے نکلتا ہے اور بھارتی علاقوں سے بہتا ہوا سلیمانکی کے نزدیک صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے اور پنجاب کے

مشرقی علاقے میں بہتا ہوا پنجند کے مقام پر پنجاب کے باقی دریاؤں سے مل جاتا ہے۔

iii- دریائے چناب (Chenab River)

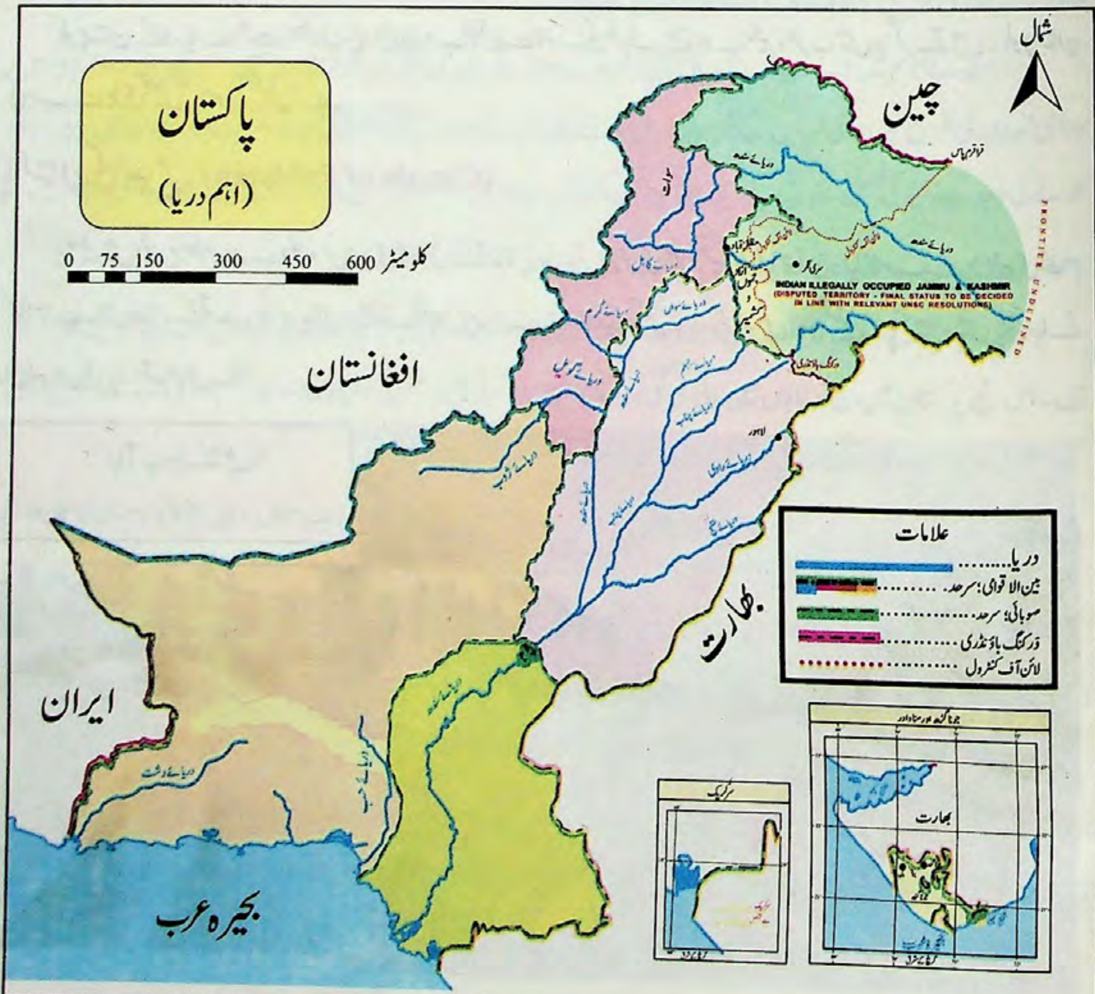
دریائے چناب کوہ ہمالیہ سے نکل کر مرالہ کے نزدیک صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ تریموں کے نزدیک دریائے جہلم اور دریائے چناب آپس میں ملتے ہیں۔

iv- دریائے جہلم (Jhelum River)

دریائے جہلم کشمیر کی وادی سے نکلتا ہے اور بہتا ہوا منگلا کے نزدیک صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔

اہم معلومات

دو دریاؤں کے درمیانی علاقے کو دوآبہ کہتے ہیں۔ پاکستان میں کئی دوآبے ہیں۔ باری دوآب کے علاقے کے ایک طرف دریائے راوی بہتا ہے اور دوسری طرف دریائے ستلج ہیں۔ دریائے راوی اور دریائے چناب کے درمیان رچنا دوآب ہے۔ دریائے چناب اور دریائے جہلم کے درمیان چج دوآب ہے جبکہ دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان سندھ ساگر دوآب ہے۔



(Indus River and its Western Tributaries) دریائے سندھ کے مغربی معاون دریا

دائیں طرف سے ملنے والے دریا شمال اور مغرب سے بہتے ہوئے دریائے سندھ میں گرتے ہیں۔ دریائے شیوک، دریائے شگر اور دریائے گلگت شمالی پہاڑی علاقوں میں اہم دریا ہیں جو دریائے سندھ سے ملتے ہیں۔ اٹک کے مقام پر دریائے کابل دریائے سندھ میں گرتا ہے۔ دریائے کابل ایک بڑا دریا ہے جو افغانستان سے شروع ہوتا ہے اور مشرق کی طرف بہتا ہوا پاکستان میں داخل ہوتا۔ دریائے پنجکور، دریائے سوات اور دریائے کنٹر اس کے اہم معاون دریا ہیں۔ دریائے کرم، دریائے ٹوچی اور دریائے گومل بھی مغرب سے بہتے ہوئے دریائے سندھ میں گرتے ہیں۔ دریائے ژوب بلوچستان کے علاقے ژوب اور لورالائی سے ہوتا ہوا دریائے گومل سے جا ملتا ہے جو دریائے سندھ کا معاون دریا ہے۔ دریائے ژوب وہ واحد دریا ہے جو جنوب سے شمال کی طرف بہتا ہے۔

بحیرۂ عرب میں گرنے والے بلوچستان کے دریا

بلوچستان کے دریائے دشت، ہنگول، پورالی اور حب شمال سے جنوب کی طرف بہتے ہوئے بحیرۂ عرب میں جا گرتے ہیں۔ بلوچستان کی سب سے بڑی جھیل "ہامون مشخیل" ہے۔

(Canals of Pakistan) پاکستان کی نہریں

برصغیر میں انگریز حکومت نے انیسویں صدی عیسوی کے آغاز پر جدید ترین نہری نظام تعمیر کروایا جو آج دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام کہلاتا ہے۔ اس نظام کے تحت پانچ دریاؤں پر مختلف جگہوں پر بڑے بند اور ہیڈ ورکس باندھ کر نہریں نکالی گئیں۔ پاکستان میں پائی جانے والی نہروں کی چار اقسام ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟
پاکستان کا نہری نظام دنیا کا بہترین نہری نظام ہے۔




نہر

i- طغیانی یا سیلابی نہریں (Flood Canals)

یہ وہ نہریں ہیں جن میں پانی طغیانی کے ذریعے آتا ہے یا جب دریاؤں میں پانی زیادہ ہو۔ ان نہروں کے ہیڈ ورکس نہیں ہوتے۔ موسم برسات میں دریاؤں میں طغیانی آنے سے نہریں خودبخود چلنے لگتی ہیں۔ طغیانی نہریں زیادہ تر راجن پور، ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ کے اضلاع میں ہیں۔

ii- دوامی نہریں (Perennial Canals)

یہ نہریں دریاؤں پر بند باندھ کر نکالی گئی ہیں اور سارا سال چلتی ہیں۔ بند کے ذریعہ دریا کا پانی روک کر ضرورت کے مطابق اسے نہر میں چھوڑا جا سکتا ہے۔ یہ نہریں ڈیم، بیراج یا ہیڈ کے ساتھ منسلک ہوتی ہیں اور سارا سال آب پاشی کے لیے پانی مہیا کرتی ہیں۔

iii- غیر دوامی نہریں (Non-perennial Canals)

برسات کے موسم میں جب دریاؤں میں پانی کافی مقدار میں ہوتا ہے تو یہ نہریں چلتی ہیں اور خریف کی فصل کے لیے پانی فراہم کرتی ہیں، دوامی نہروں کی طرح غیر دوامی نہروں کے بھی ہیڈ ورکس ہوتے ہیں جن کے ذریعہ پانی کو کم وبیش کیا جا سکتا ہے۔ دریاؤں میں پانی کی کمی ہونے کی وجہ سے ربیع کی فصل کے لیے یہ نہریں پانی مہیا نہیں کرتیں۔ ان نہروں کو ششماہی نہریں (چھ مہینوں والی نہریں) بھی کہتے ہیں۔

iv- رابطہ نہریں (Link Canals)

صوبہ پنجاب کے دو دریا ستلج اور راوی، بھارت کے علاقوں سے گزر کر آتے ہیں۔ بھارت نے ان دریاؤں سے نہریں نکالی ہوئی ہیں۔ اس لیے پاکستان میں ان دریاؤں میں پانی کی کمی کو رابطہ نہریں پورا کرتی ہیں۔ مشرقی دریاؤں سندھ، جہلم اور چناب سے نہریں نکال کر مغربی دریاؤں راوی اور ستلج کو پانی مہیا کیا جاتا ہے۔

جنگلات (Forests)

پاکستان کی آب و ہوا میں فرق کی وجہ سے یہاں درج ذیل مختلف اقسام کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

1- پاکستان کے کچھ شمالی اور شمال مغربی علاقوں میں اوسطاً بارش دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ ان علاقوں میں مری، ایبٹ آباد، مانسہرہ، چترال، سوات اور دیر وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں سدابہار جنگلات پائے جاتے ہیں جن میں دیودار، کیل، پڑتل، صنوبر، شاہ بلوط، اخروٹ اور کاٹھ کے درخت اہم ہیں۔ ان درختوں سے اعلیٰ قسم کی عمارتی لکڑی اور میوہ جات وغیرہ حاصل ہوتے ہیں۔

2- پہاڑی دامنی علاقوں میں زیادہ تر پھلاہی، کاہو، جنڈ، بیر، توت اور سنبل کے درخت ملتے ہیں جن میں پشاور، مردان، کوہاٹ، اٹک، راولپنڈی، جہلم اور گجرات کے اضلاع شامل ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟
خط استوا کے قریب دنیا کے گھنے ترین جنگلات پائے جاتے ہیں۔ جنھیں Roof Gardens کہا جاتا ہے۔

3- صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں زیادہ تر خاردار جھاڑیوں کے علاوہ مازو، چلغوزہ، توت اور پاپلر کے درخت پائے جاتے ہیں۔

4- میدانی علاقوں میں دریائی وادیوں میں کچھ جنگلات موجود ہیں جن میں شیشم، پاپلر، شہتوت، سنبل، جامن، دھریک اور سفیدے وغیرہ کے درخت ملتے ہیں۔ ان علاقوں میں چھانگا مانگا، چیچہ وطنی، ٹوبہ ٹیک سنگھ، شورکوٹ، بہاولپور، تونسہ، سکھر، کوٹری اور گدو شامل ہیں۔

جنگلات کی اہمیت (Importance of Forests)

1- شمالی پہاڑی علاقوں میں زیادہ بارش ہوتی ہے جس سے پہاڑی ڈھلوانوں سے پانی بہتا ہوا دریاؤں میں گرتا ہے۔ جنگلات کا ڈھلوانوں پر ہونا پانی کے تیز بہاؤ میں آڑے آتا ہے جس سے نہ صرف مٹی کا کٹاؤ رُک جاتا ہے بلکہ پانی کی رفتار بھی کم ہوجاتی ہے۔

2- پاکستان میں توانائی کے وسائل کم ہیں لہٰذا جنگلات کی لکڑی کوئلہ کی کمی کو دور کرتی ہے اور یہ لکڑی جلانے یا توانائی حاصل کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

3- جنگلات سے حاصل کردہ لکڑی، فرنیچر اور دوسری اشیا بنانے کے کام آتی ہے۔ لہٰذا جنگلات ملکی ترقی میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

4- جنگلات کسی بھی علاقے کی آب وہوا کو خوشگوار بنا دیتے ہیں۔ درجہ حرارت کی شدت کو کم کر دیتے ہیں۔ جنگلات ماحولیاتی آلودگیوں خصوصاً سموگ (Smog) کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

5- جنگلات کافی حد تک بارش برسانے کا باعث بھی بنتے ہیں کیونکہ ان کی موجودگی سے ہوا میں آبی بخارات کی تعداد میں اضافہ ہوجاتا ہے، جو بارش کا باعث بنتے ہیں۔

6- درختوں کی جڑیں مٹی کو آپس میں جکڑے رکھتی ہیں جس سے پانی کے تیز بہاؤ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور زرخیز مٹی اپنی جگہ پر محفوظ رہتی ہے اس طرح زمین کی زرخیزی قائم رہتی ہے۔

7- جنگلات کے نہ ہونے سے دریا اپنے ساتھ مٹی اور ریت کی بڑی مقدار بہا لے جاتے ہیں جس سے ہمارے ڈیم اور مصنوعی جھیلیں بھر سکتی ہیں اور ہمارے پن بجلی کے منصوبے تباہ و برباد ہوسکتے ہیں۔

8- درخت سیم وتھور زدہ علاقوں میں بہت کارآمد ہیں کیونکہ یہ زمین سے پانی جذب کر لیتے ہیں جس سے زیرزمین پانی کی مقدار کم ہوجاتی ہے اور اس کی سطح نیچے چلی جاتی ہے۔

9- جنگلات سے حاصل ہونے والی جڑی بوٹیاں ادویات بنانے میں کام آتی ہیں۔

10- جنگلات سیاحت کو فروغ دیتے ہیں۔ پاکستان کے بہت سے شمالی اور شمال مغربی پہاڑی مقامات ایسے ہیں جو جنگلات کی وجہ سے صحت افزا ہیں۔

11- جنگلات جنگلی حیات (پرند اور چرند) کے لیے بہت ضروری ہیں۔

12- جنگلات ہمیں مختلف اقسام کے پھل اور جانوروں کو چارہ مہیا کرتے ہیں۔

13- جنگلات پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لاکھوں افراد کا روزگار جنگلات سے جڑا ہوا ہے۔

14- جنگلات لاخ اور ریشم سازی کی صنعت کا ذریعہ ہیں نیز کھمبیاں، شہد اور ویکس بھی مہیا کرتے ہیں۔

15- جنگلات پلپ (گودا) (Pulp) بنانے اور کاغذ بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

حکومت پاکستان نے جنگلات میں اضافے کے لیے، بہت سے اقدامات کیے ہیں۔ شعبہ جنگلات اس سلسلہ میں سرگرم عمل ہے۔ درخت لگانے کے لیے تمام بڑے بڑے شہروں میں نرسریاں قائم کی گئی ہیں جہاں مناسب قیمت پر پودے دستیاب ہیں۔

پاکستان میں جنگلی حیات (Wildlife in Pakistan)

کسی بھی ملک میں جنگلی حیات کا موجود ہونا قدرتی توازن کو برقرار رکھنے میں بڑا معاون ہوتا ہے۔ پاکستان کے جنگلات میں بے شمار جانور پائے جاتے ہیں تاہم پاکستان کے پہاڑی اور ریگستانی علاقوں میں پائے جانے والے جانور قابلِ ذکر ہیں۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور بلند پہاڑیوں پر بندر، جنگلی بلیاں اور ریچھ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جنوبی پنجاب میں نیل گائے، جنگلی بلی، گیدڑ، تیتر، سانپ، مور اور چنکارا قابلِ ذکر ہیں۔

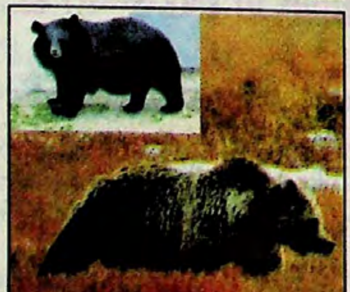
کم بلند پہاڑی ڈھلوانوں پر سرخ لومڑی، کالا ہرن، چیتا، تیتر اور چکور وغیرہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سطح مرتفع پوٹھوار، کوہستانِ نمک اور کالا چٹا پہاڑ پر جنگلات کثرت سے ملتے ہیں، ان جنگلات میں کئی جنگلی جانور پائے جاتے ہیں جن میں اڑیال، چنکارا ہرن، تیتر، مور، چکور اور علاقائی پرندے شامل ہیں۔ چکور پاکستان کا قومی پرندہ جبکہ مارخور پاکستان کا قومی جانور ہے۔

تھل اور چولستان کے ریگستانی





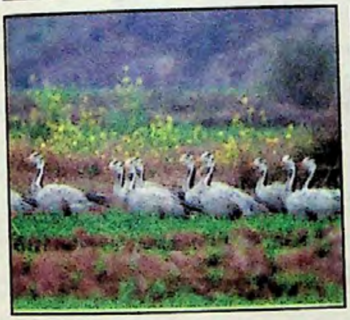













علاقوں میں ہرن، نیل گائے، صحرائی لومڑی، گیدڑ، بلیاں، کالا اور سرمئی تیتر، کوبرا، شتر مرغ بھی پایا جاتا ہے۔ شکاری پرندوں میں پاکستان میں باز، شکرا، عقاب، چیل اور گدھ عام ملتے ہیں۔ ان پرندوں کے علاوہ کئی موسمیاتی پرندے ہر سال سردیوں کے آغاز میں سائبیریا اور دوسرے سرد علاقوں سے ہجرت کر کے پاکستان کی جھیلوں کا رُخ کرتے ہیں اور موسم سرما گزرنے کے بعد واپس اپنے دیس چلے جاتے ہیں۔

جنگلات کے ساتھ ساتھ ان میں پائے جانے والے جانور بھی اہم ہیں کیونکہ یہ ہمارے ماحول کو توازن میں رکھتے ہیں، اس لیے ہمیں ان کی بھی حفاظت کرنی چاہیے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

خطرے سے دوچار جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو ختم ہونے کے قریب ہیں مثلاً برفانی ریچھ، انڈس ڈالفن، کالا ہرن وغیرہ۔

پاکستان کے قدرتی خطے (Natural Regions of Pakistan)

پورا ملک پاکستان اپنے قدرتی خدوخال اور جغرافیائی اعتبار سے ایک جیسا نہیں ہے۔ ہر علاقہ اپنے موسم، نباتات، لوگوں کے رہن سہن کے طریقوں اور سطح کی حالت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ لہٰذا اسے یکسانیت کی بنیاد پر مختلف قدرتی خطوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ''قدرتی خطے سے مراد ایسا علاقہ ہے، جس میں موسم، نباتات، آبادی، لوگوں کے رہن سہن کے طریقے ایک جیسے ہوں۔'' یا ''قدرتی خطہ سے مراد زمین کا وہ علاقہ ہے جس میں سطح زمین کی بلندی، پستی، درجہ حرارت، بارش، نباتات، حیوانات اور انسانی کام کاج تقریباً ملتے جلتے ہوں۔'' پاکستان کو قدرتی خطوں کے لحاظ سے پانچ حصوں میں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔ میدانی خطہ
2۔ صحرائی خطہ
3۔ ساحلی خطہ
4۔ خشک اور نیم خشک پہاڑی خطہ
5۔ مرطوب اور نیم مرطوب پہاڑی خطہ

ذیل میں ان خطوں کی تفصیل دی گئی ہے:

1- میدانی خطہ (Plain Region)

i۔ علاقے (Areas)

پاکستان کا میدانی خطہ زیادہ تر صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں آتا ہے۔ جسے دریائے سندھ کا بالائی اور زیریں میدان کہتے ہیں۔ میدانی خطہ صوبہ پنجاب میں پوٹھوہار اور کوہستان نمک سے شروع ہوکر مٹھن کوٹ تک پھیلا ہوا ہے۔ صوبہ سندھ میں یہ خطہ نہری آب پاشی کے علاقوں پر مشتمل ہے۔

ii۔ آب وہوا (Climate)

اس خطے کی آب وہوا انتہائی خشک ہے۔ موسم گرما انتہائی گرم اور موسم سرما سرد ہوتا ہے۔ موسم گرما میں اوسط درجہ حرارت 40 ڈگری سینٹی گریڈ رہتا ہے جبکہ موسم سرما کا اوسط درجہ حرارت 10 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ اس علاقے میں بارشیں زیادہ برسات کے موسم میں مون سون ہواؤں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس خطے میں سالانہ اوسط بارش 15 سے 20 انچ ہے۔

iii۔ نباتات (Vegetation)

اس خطے میں بارش بہتر ہوتی ہے، لہٰذا زیادہ جنگلات موجود ہیں۔ یہاں پر اکثر حاری کانٹے والے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

iv۔ معاشی حالات (Economic Conditions)

یہ علاقہ دریاؤں کی لائی ہوئی انتہائی زرخیز مٹی سے بنا ہے۔ اس کے علاوہ اس خطے میں نہری آب پاشی کا نظام بھی بہت عمدہ ہے لہٰذا یہ علاقہ اپنی زرعی پیداوار امیں پوری دنیا میں شہرت رکھتا ہے اس علاقے کی اہم فصلوں میں چاول، گندم، گنا اور کپاس شامل ہیں۔ یہ خطہ ملک کی صنعتی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ملک کی اکثر و بیشتر صنعتیں اسی علاقے میں واقع ہیں۔ ان صنعتوں میں ٹیکسٹائل، الیکٹرونکس، بجلی کا سامان، کھیلوں کا سامان، چینی کی صنعت، چمڑے کی صنعت اور کٹلری کی صنعتیں اہم ہیں۔ اہم صنعتی شہروں میں لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ، پشاور، گجرات، ملتان، قصور، سیالکوٹ، نواب شاہ، مردان، نوشہرہ اور سکھر قابل ذکر ہیں۔

v۔ آبادی (Population)

یہ خطہ ملک کا سب سے گنجان ترین خطہ ہے۔ ملک کی 50 فیصد آبادی اسی خطے میں رہتی ہے۔ آبادی کا زیادہ حصہ دیہی آبادی پر مشتمل ہے لیکن شہری آبادی میں بھی کافی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

2- صحرائی خطہ (Desert Region)

i۔ علاقے (Areas)

پاکستان کا صحرائی خطہ صوبہ پنجاب میں تھل (خوشاب، بھکر، میانوالی اور لیہ کے اضلاع) چولستان (بہاول پور، بہاول نگر اور رحیم یار خان کے اضلاع) صوبہ سندھ کے تھر (ضلع خیر پور، تھرپارکر، عمرکوٹ) اور صوبہ بلوچستان کے سیہان کے علاقوں پر مشتمل ہے۔

ii۔ آب وہوا (Climate)

صحرائی خطے کی آب وہوا انتہائی خشک اور سخت ہے۔ گرمیوں میں دن کا اوسط درجہ حرارت 40°C سے زیادہ ہوتا ہے۔ دن میں گرم

لُو چلتی ہے۔ صحرائی علاقوں میں دن اور رات کے درجہ حرارت میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ موسم گرما میں درجہ حرارت بہت کم ہوتا ہے۔ موسم سرما بھی صحرائی علاقوں میں انتہائی سرد ہوتا ہے۔ ان علاقوں میں سالانہ بارش کی مقدار 5 انچ سے کم ہوتی ہے۔

iii۔ نباتات (Vegetation)

صحرائی خطے میں بارش کی کمی اور درجہ حرارت زیادہ ہونے کی وجہ سے نباتات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کہیں کہیں جڑی بوٹیاں اور کیکر کے درخت نظر آتے ہیں۔

iv۔ معاشی حالات (Economic Condition)

یہ علاقہ زیادہ تر دیہی علاقوں پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر لوگ زراعت اور مویشی پال کر گزارا کرتے ہیں۔ خطے میں بارش کم ہونے کی وجہ سے زراعت سے متعلقہ سرگرمیاں کم ہیں ۔ تاہم صحرائے تھل میں نہری نظام کی موجودگی کی وجہ سے لوگ کاشت کاری کرتے ہیں۔ اکثر علاقوں میں آب پاشی کا نظام میسر نہیں۔ بہاولپور اس خطے کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جہاں کچھ ٹیکسٹائل کی صنعتیں ہیں۔ اس کے علاوہ پورا خطہ صنعتی طور پر پسماندہ ہے۔

v۔ آبادی (Population)

اس خطے میں آبادی گنجان نہیں ہے۔ دیہی آبادی زیادہ تر بکھری ہوئی ہے۔ اس خطے میں شہری آبادی کا تناسب کم ہے۔ اہم شہروں میں بہاول پور، بہاول نگر، رحیم یار خاں، عمر کوٹ اور خوشاب شامل ہیں۔

3- ساحلی خطہ (Coastal Region)

i۔ علاقے (Areas)

یہ خطہ صوبہ بلوچستان اور صوبہ سندھ کی ساحلی پٹی پر مشتمل ہے۔ اس خطے میں صوبہ سندھ کے اہم علاقے ٹھٹھہ، بدین اور کراچی، جبکہ صوبہ بلوچستان میں لسبیلہ، گوادر، پسنی، تربت اور پنجگور وغیرہ شامل ہیں۔

ii۔ آب وہوا (Climate)

اس خطے کی آب وہوا معتدل ہے۔ سمندر کی قربت کی وجہ سے موسم گرما اور سرما کے درجہ حرارت میں زیادہ فرق نہیں۔ موسم گرما کا اوسط درجہ حرارت 30 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے جبکہ موسم سرما میں اوسط درجہ حرارت 15 درجے سینٹی گریڈ تک رہتا ہے۔ ساحلی خطے میں نمی سارا سال زیادہ رہتی ہے جبکہ نسیم بری (میدانی ہوا) اور نسیم بحری (سمندری ہوا) اس خطے کی اہم خصوصیات ہیں جو کہ خطے کی آب وہوا کو معتدل رکھتی ہیں۔ اس خطے میں بھی بارش کم ہوتی ہے سالانہ بارش کی اوسط مقدار 12 انچ ہے۔

iii۔ نباتات (Vegetation)

اس خطے میں کم جنگلات پائے جاتے ہیں۔ بارش کی مقدار کم ہونے کی وجہ سے دنیا کے باقی ساحلی علاقوں کے مقابلے میں یہاں ناریل کے درخت عام نہیں ہیں جب کہ ساحلی جنگلات (Mangroves) ساحلی علاقوں میں بکثرت ملتے ہیں۔

iv۔ معاشی حالات (Economic Condition)

ساحلی پٹی ہونے کی وجہ سے ماہی گیری اس علاقے کا اہم پیشہ ہے۔ بلوچستان کی ساحلی پٹی پر واقع چھوٹی بندرگاہیں پسنی، جیوانی اور گڈانی ماہی گیری کے لیے مشہور ہیں۔ بلوچستان میں گوادر بندرگاہ کی تعمیر سے وہاں خوش حالی کے نئے باب کا آغاز ہوگیا ہے۔ سندھ کے ساحلی دیہی علاقوں میں لوگوں کا اہم پیشہ ماہی گیری ہے۔ کراچی کو ایک بین الاقوامی بندرگاہ کی حیثیت حاصل ہے، لہٰذا یہ دنیا کی تجارتی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ اس کے علاوہ کراچی ایک بہت بڑا صنعتی شہر ہے۔ ملک کے ہر حصے سے آئے ہوئے لوگ یہاں مختلف اقسام کے روزگار سے منسلک ہیں۔ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا صنعتی شہر ہے۔

v۔ آبادی (Population)

ساحلی خطہ آبادی کے لحاظ سے گنجان آباد علاقہ ہے۔ اس خطے میں شہری آبادی کی اکثریت ہے۔ کراچی اس خطے کا سب سے گنجان آباد شہر اور بندرگاہ ہے۔ اس کی آبادی ڈیڑھ کروڑ سے زائد ہے۔ جب کہ دوسری بندرگاہوں پورٹ قاسم، گڈانی اور گوادر میں ماہی گیروں کی زیادہ آبادیاں ہیں۔

4- خشک اور نیم خشک پہاڑی خطہ (Arid and Semi Arid Mountain Region)

خشک پہاڑی خطہ

i۔ علاقے (Areas)

یہ پہاڑی خطہ پاکستان کے مغربی پہاڑی سلسلوں اور سطح مرتفع بلوچستان پر مشتمل ہے۔ اس خطے میں شامل علاقوں میں قبائلی علاقہ جات، صوبہ خیبر پختونخوا کے جنوب مغربی اضلاع ڈیرہ اسماعیل خان، ٹانک، بنوں، کرک اور کوہاٹ اور تمام صوبہ بلوچستان سوائے جنوبی ساحلی علاقوں اور مشرقی سبی اور جعفر آباد شامل ہیں۔

ii۔ نباتات (Vegetation)

یہاں بہت کم جنگلات پائے جاتے ہیں۔ کچھ پھلوں کے باغات اور محدود پیمانے پر مختلف فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔

iii۔ آب وہوا (Climate)

اس خطے کی آب وہوا انتہائی شدید اور خشک ہے۔ موسم گرما انتہائی خشک اور گرم رہتا ہے۔ اکثر علاقوں میں موسم گرما میں اوسط

درجہ حرارت 35 درجے سینٹی گریڈ رہتا ہے جبکہ موسم سرما میں اوسط درجہ حرارت 7 درجے سینٹی گریڈ رہتا ہے۔ اکثر پہاڑی علاقوں میں برف باری ہوتی ہے۔اس خطے میں بارش موسم سرما میں مغربی سائیکلون کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ موسم گرم میں بارش کی مقدار بہت کم ہے۔ لہٰذا جنگلات بھی کم ہیں لیکن اس علاقے میں چراہ گاہیں زیادہ ہیں۔اس خطے میں سالانہ بارش 12 انچ سے کم ہوتی ہے۔

iv۔ آبادی (Population)

یہ علاقہ زیادہ گنجان آباد نہیں ہے۔دیہی آبادی شہری آبادی کی نسبت سے زیادہ ہے۔اس علاقے میں اب عورتیں کافی تعداد میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔اس علاقے میں شرح خواندگی باقی خطوں کی نسبت زیادہ ہے۔اس خطے کے اہم شہروں میں اسلام آباد، مری، ایبٹ آباد، مانسہرہ، سوات، ہنزہ اور گلگت شامل ہیں۔

نیم خشک پہاڑی خطہ (Semi Dry Mountain Region)

i۔ علاقے (Areas)

نیم خشک پہاڑی خطہ میں عام طور پر کوہ نمک، کالا چٹا پہاڑ، کوہ سلیمان اور کوہ کیرتھر کے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔

ii۔ آب وہوا (Climate)

موسم گرما گرم اور طویل ہوتا ہے۔یہاں سالانہ بارش 12 سے 15 انچ تک ہوتی ہے۔

iii۔ نباتات (Vegetation)

یہ علاقہ پھلوں کی پیداوار کے لحاظ سے بہت مشہور ہے۔مکئی، جوار، چنا اور مونگ پھلی یہاں کی اہم فصلیں ہیں۔

iv۔ آبادی (Population)

اس خطے کی آبادی کم ہے۔دیہی آبادی شہری آبادی کی نسبت زیادہ ہے۔

5۔ مرطوب اور نیم مرطوب پہاڑی خطہ (Humid and Sub Humid Mountain Region)

مرطوب پہاڑی خطہ

i۔ علاقے (Areas)

مرطوب پہاڑی خطہ میں پنجاب کا علاقہ مری اور خیبر پختونخوا کے علاقے ایبٹ آباد، مانسہرہ اور ہزارہ وغیرہ شامل ہیں۔

ii۔ آب وہوا (Climate)

اس خطے میں موسم گرما خوشگوار ہوتا ہے اور موسم سرما میں شدید سردی پڑتی ہے۔ یہاں سالانہ بارش 50 انچ سے زائد ہوتی ہے۔ موسم گرما میں درجہ حرارت 26 درجے سینٹی گریڈ کے قریب رہتا ہے اور موسم سرما کا درجہ حرارت صفر درجے سینٹی گریڈ یا اس سے بھی کم ہوجاتا ہے۔

iii۔ نباتات (Vegetation)

یہ خطہ مختلف اقسام کے درختوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس علاقے میں مختلف اقسام کے پھل کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔

iv۔ آبادی (Population)

یہ خطہ آبادی کے لحاظ سے گنجان آباد ہے۔ اس خطے میں شہری آبادی کی اکثریت ہے۔

نیم مرطوب پہاڑی خطہ

i۔ علاقے (Areas)

نیم مرطوب پہاڑی خطہ میں کوہاٹ، کشمیر، سوات اور چترال وغیرہ کے علاقے شامل ہیں۔

ii۔ آب وہوا (Climate)

اس خطے میں زیادہ بارشیں نہیں ہوتیں۔ یہاں سالانہ بارش 20 انچ سے زیادہ ہوتی ہے۔ موسم گرما میں زیادہ گرمی نہیں پڑتی اور موسم سرما ٹھنڈا ہوتا ہے۔

iii۔ نباتات (Vegetation)

اس خطے میں کئی اقسام کے درخت ملتے ہیں۔ یہاں محدود پیمانے پر فصلوں اور پھلوں کی پیداوار ہوتی ہے۔

iv۔ آبادی (Population)

یہ خطہ آبادی کے لحاظ سے زیادہ گنجان آباد نہیں ہے۔

اہم ماحولیاتی مسائل اور ان کا حل
(Major Environmental Hazards and their Remedies)

''ماحول سے مراد کسی جاندار کے اردگرد کا وہ علاقہ جو اس جاندار کی زندگی اور اس کی سرگرمیوں کو متاثر کرے۔''

ماحول جس میں طبعی خدوخال، آب وہوا، مٹی اور قدرتی نباتات وغیرہ شامل ہیں، انسانی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ انسان کی وہ تمام سرگرمیاں جو وہ کسی علاقے میں سرانجام دیتا ہے چاہے معاشی ہوں یا سیاسی، سماجی ہوں یا مذہبی معاشرتی ہوں یا اقتصادی، قدرتی ماحول ان سرگرمیوں

پر اپنا اثر چھوڑتا ہے۔ ماحولیاتی مسائل سے مراد وہ تمام مسائل ہیں جو ماحول کے ناموافق یا غیر موزوں ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ جس سے نہ صرف انسانی زندگی بلکہ حیوانی، نباتاتی اور آبی زندگی کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

انسانی زندگی کی ابتدا میں انسانی وسائل اور ضروریات محدود تھیں، لیکن جیسے جیسے انسان ترقی کرتا گیا اس کی ضروریات میں اضافہ ہوتا رہا۔ اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس نے قدرتی وسائل کا بہت زیادہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس بے دریغ استعمال سے نہ صرف وسائل تیزی سے کم ہونا شروع ہو گئے بلکہ ان کے استعمال سے ماحول بھی متاثر ہوا۔ ٹیکنالوجی کے اس دور میں بھی ہمیں کئی ماحولیاتی مسائل کا سامنا ہے۔

پاکستان کے تناظر میں آج ہمیں جن ماحولیاتی مسائل کا سامنا ہے ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

1۔ آلودگی
2۔ جنگلات کا کٹاؤ
3۔ زمین کا صحرا میں تبدیل ہونا
4۔ سیم و تھور

ان ماحولیاتی مسائل کی تفصیل ذیل میں پڑھتے ہیں:

1۔ آلودگی (Pollution)

موجودہ دور میں جہاں سائنسی ترقی نے انسان کے لیے بے پناہ سہولیات مہیا کی ہیں اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے عوامل بھی پیدا کیے ہیں جن کی وجہ سے ماحول کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان تمام میں سب سے اہم ماحولیاتی آلودگی ہے۔ کسی ایسی چیز کا ماحول میں شامل ہو جانا جو نہ صرف انسانوں بلکہ دوسرے جانداروں کے لیے بھی نقصان دہ ہو ماحولیاتی آلودگی کہلاتی ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کی تین اقسام ہیں۔

(i) ہوائی آلودگی
(ii) زمینی آلودگی
(iii) آبی آلودگی

(i) ہوائی آلودگی (Air Pollution)

ہوائی آلودگی سے مراد ہوا میں نقصان دہ گیسوں کی مقدار میں اضافہ ہے، مثلاً کاربن ڈائی آکسائیڈ اور سلفر آکسائیڈ وغیرہ۔ فیکٹریوں اور گاڑیوں سے نکلنے والے دھوئیں سے ہوا میں نقصان دہ گیسوں کا اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے قدرتی ماحول کو نقصان پہنچ رہا ہے مثلاً اوزون کی تہہ کا ختم ہونا اور زمینی درجہ حرارت کا بڑھنا (جسے گلوبل وارمنگ کہتے ہیں)۔ اس کے علاوہ یہ مختلف خطرناک بیماریوں کا باعث بن رہی ہے مثلاً پھیپھڑوں کا سرطان اور مختلف جلدی بیماریاں وغیرہ۔



ہوائی آلودگی

ہوا کی آلودگی کو کم کرنے کے لیے انسانی ترقی میں رکاوٹ نہیں ڈالی جاسکتی لیکن ایسے اقدامات ضرور اٹھائے جاسکتے ہیں جن کے نتیجے میں زہریلی اور نقصان دہ گیسوں کے اخراج میں کمی لائی جاسکے، مثلاً گاڑیوں کے لیے ایسے ایندھن کا استعمال جو کم آلودگی پھیلائیں مثلاً CNG وغیرہ۔ زیادہ سے زیادہ درخت اگائیں۔ اسی طرح کارخانوں اور فیکٹریوں میں فلٹریشن پلانٹس کی تنصیب کریں۔ اس کے علاوہ ایسی گیسوں کے استعمال پر پابندی لگانی چاہیے جو ماحول کو نقصان پہنچا رہی ہیں مثلاً کلورو فلورو کاربن گیس کا استعمال کرنا وغیرہ۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

سموگ (Smog) ہوا کی آلودگی ہی کی ایک قسم ہے جو کہ دھوئیں اور دھند (Smoke+Fog) کا آمیزہ ہے یہ انسان میں آنکھوں، پھیپھڑوں اور جلدی امراض کا سبب بنتی ہے۔

(ii) آبی آلودگی (Water Pollution)



آبی آلودگی

آبی آلودگی سے مراد پانی میں مختلف زہریلے کیمیکلز کا شامل ہونا ہے۔ فیکٹریوں سے خارج ہونے والے پانی میں بے شمار نقصان دہ کیمیائی مادے شامل ہوتے ہیں جو کہ دریاؤں، نہروں اور سمندروں کا حصہ بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ زیرزمین پانی بھی مختلف قسم کی کیڑے مار ادویات اور کیمیائی کھادوں کے استعمال سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ جو نہ صرف انسانی زندگی کے لیے خطرناک ہے بلکہ نباتات اور آبی حیات کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ پانی کی آلودگی سے بچنے کے لیے فیکٹریوں سے خارج ہونے والے پانی کو فلٹریشن پلانٹ لگا کر صاف کرنا چاہیے اور پھر اسے دریاؤں یا نہروں میں ڈالنا چاہیے۔

(iii) زمینی آلودگی (Land Pollution)



گوڑا کرکٹ

زمینی آلودگی سے مراد سطح زمین پر گھریلو کوڑا کرکٹ اور فیکٹریوں اور ہسپتالوں کے زہریلے مواد کا پھیلاؤ ہے جس سے نہ صرف زمین کی خوبصورتی کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ یہ ماحول کو خراب کرنے کا بھی باعث بنتی ہے۔ زمینی آلودگی کو سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کے طریقوں سے ختم کیا جاسکتا ہے، مثلاً زہریلے مواد کو کسی بھی جگہ دبا دیا جائے (یا مخصوص درجہ حرارت کے اندر جلایا جائے) اور باقی مواد کو ری سائیکلنگ

کے عمل سے گزار کر دوبارہ استعمال کے قابل بنایا جائے۔ اس کے علاوہ کوڑا کرکٹ کو دیسی کھاد بنانے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

2۔ جنگلات کا کٹاؤ (Deforestation)



جنگلات کی کٹائی

کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے اس کے کل رقبہ کا 25 فیصد حصہ جنگلات پر مشتمل ہونا چاہیے لیکن پاکستان کے صرف پانچ فی صد حصے سے کم رقبے پر جنگلات موجود ہیں۔ مزید یہ کہ موجودہ جنگلات کو بُری طرح کاٹا جارہا ہے۔ یہ صورت حال نہ صرف ہماری معیشت کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ ہمارے ماحول کو بھی بری طرح نقصان پہنچا رہی ہے۔

جنگلات کرۂ ارض پر آکسیجن مہیا کرنے کا واحد ذریعہ ہیں ان کی بے دریغ کٹائی سے آکسیجن کی پیداوار میں کمی ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ فضا میں نقصان دہ گیسوں مثلاً کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار میں کافی اضافہ ہو رہا ہے جس سے نہ صرف ماحول خراب ہو رہا ہے بلکہ زمین کے درجہ حرارت میں بھی اضافہ دیکھنے میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موسمیاتی تبدیلیاں ہو رہی ہیں مثلاً بارشوں میں کمی یا زیادتی، سیلاب کا آنا، بارشوں کے وقت میں تبدیلی وغیرہ شامل ہے جس سے ہمارا زراعت کا شعبہ بری طرح سے متاثر ہو رہا ہے۔

ان سب کی بڑی وجہ جنگلات کی کٹائی ہے۔ لہٰذا ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ نہ صرف موجودہ درختوں کی حفاظت کریں بلکہ مزید جنگلات لگائے جائیں تاکہ ماحولیاتی تبدیلیوں سے بچا جاسکے۔ جنگلات کی کٹائی سے جنگلی حیات کو بھی نقصان ہو رہا ہے اور ان کی قدرتی قیام گاہوں کے خاتمے سے ان کی کئی اقسام ختم ہوتی جارہی ہیں۔

> **کیا آپ جانتے ہیں؟**
> Reforestation سے مراد کٹے ہوئے جنگلات کی جگہ پر نئے جنگلات لگانا ہے۔

3- زمین کا صحرا میں تبدیل ہونا (Desertification)

انسانی سرگرمیاں، جانوروں کا چرنا، جنگلات سے درختوں کا کٹاؤ اور اپنی ضروریات کے لیے زمین میں بار بار ایک ہی فصل اُگانا، یہ سب مل کر زمین بنجر بناتے ہیں۔ اس سے زمین کی زرخیزی قائم نہیں رہتی اور وہ ناقابلِ کاشت ہو جاتی ہے۔ اس سارے عمل کو جس میں ہم زمین کو ناکارہ بناتے ہیں، زمین کا صحرا میں تبدیل ہونا (Desertification) کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو زرخیز زمین کی دولت سے نوازا ہے لیکن پانی کی کمی اس سونا اگلنے والی زمین کو صحرا میں تبدیل کر رہی ہے جس کی چند اہم وجوہات درج ذیل ہیں:

1- زراعت میں ناقص اور پرانے طریقۂ کاشت کی وجہ سے زمین کا کٹاؤ بڑھ جاتا ہے جس سے زمین صحرا میں تبدیل ہو رہی ہے۔

2- اگر زمین کے ایک ہی ٹکڑے پر بار بار فصل اُگائی جائے تو زمین کی زرخیزی میں کمی آجاتی ہے۔ کچھ سالوں بعد یہ زمین ناکارہ ہو کر صحرا



بنجر زمین

میں تبدیل ہو جائے گی۔

3- نہری نظامِ آبپاشی میں سے کافی پانی کا ضیاع ہو رہا ہے۔زیادہ صنعتوں کے قیام سے بھی پانی کی ضروریات میں اضافہ ہوا ہے جس سے زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی کی قلت پیدا ہو رہی ہے۔

4۔ سیم وتھور (Salinity and Waterlogging)

پاکستان ایک زرعی ایک ملک ہے اور ہماری زراعت کا زیادہ تر انحصار نہری آب پاشی پر ہے۔ جہاں ایک طرف نہری نظام کی وجہ سے ہماری زراعت ترقی کر رہی ہے اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے وہاں نہری آب پاشی کے نظام کی وجہ سے ہماری زرعی زمینیں متاثر ہو رہی ہیں۔نہری پانی کی وجہ سے زیرِ زمین پانی کی سطح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جب کسی علاقے میں پانی کی سطح 5.1 میٹر تک رہ جاتی ہے تو زمین میں موجود نمکیات پانی کے ساتھ سطح زمین پر آجاتے ہیں۔ پانی بخارات بن کر اڑ جاتا ہے اور نمکیات سطح زمین پر رہ جاتے ہیں۔اس کے نتیجے میں زمین کاشت کے قابل نہیں رہتی اور بنجر ہو جاتی ہے۔اس صورت حال کو تھور کا نام دیا جاتا ہے۔

سیم وتھور والی زمینوں میں سوڈیم اور حل پذیر نمکیات دونوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے، یہ حالت کلر کہلاتی ہے۔کلر سے متاثرہ زمینوں میں گھاس کی اقسام مثلاً کلر گھاس، برمودہ گھاس، سوڈان گھاس وغیرہ اور چارہ جات مثلاً جنتر، برسیم، لوسرن اور باجرہ وغیرہ کاشت کر کے زمین کو قابلِ کاشت بنانے کے ساتھ ساتھ اس سے اچھی پیداوار بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

بعض اوقات زیرزمین پانی کی سطح مزید بلند ہو جاتی ہے اور پانی زمین کے مساموں سے گزر کر زیادہ مقدار میں سطح زمین پر آجاتا ہے اور زمین دلدل بن جاتی ہے۔اس کو سیم کا نام دیا جاتا ہے۔اور اس حالت میں بھی زمین بنجر ہو جاتی ہے اور کاشت کے قابل نہیں رہتی۔ پاکستان میں کافی زرعی زمینیں سیم اور تھور کا شکار ہو کر اپنی پیداواری صلاحیت کھو چکی ہیں۔ان زرعی زمینوں کو مندرجہ ذیل طریقوں سے دوبارہ قابل کاشت بنایا جارہا ہے۔

1۔ تھور کا شکار زمینوں میں کلر گھاس لگائی جا رہی ہے جس سے زمین کو قابل کاشت بنایا جا رہا ہے۔

2۔ پاکستان میں نہری پانی کے ضیاع کو روکنے اور سیم سے بچانے کے لیے کھالوں، راجباہوں اور نہروں کو پختہ کیا جا رہا ہے۔ بھل صفائی کے ساتھ ساتھ کھالوں اور نہروں کو پختہ کرنے کے پروگرام بھی شروع کیے گئے ہیں۔ اس سے دوہرا فائدہ ہے۔ ایک تو پانی کا ضیاع کم ہوتا ہے اور آبپاشی کے لیے زیادہ پانی دستیاب ہوتا ہے

3۔ سیم و تھور زدہ علاقوں میں ایسے درخت لگائے جا رہے ہیں جو زیادہ سے زیادہ پانی جڑوں کے ذریعے جذب کر کے فضا میں پہنچا رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے سفیدہ اور پاپلر کے درخت لگائے جا رہے ہیں۔

پانی، زمین، نباتات اور جنگلی حیات کے بچاؤ میں حائل مشکلات

پانی، زمین، نباتات اور جنگلی حیات کو ضائع ہونے سے بچانے میں حائل مشکلات کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

i- پانی (Water)

وسائل کی کمی اور مناسب انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے سیورج ٹریٹمنٹ پلانٹ نہیں لگائے جاتے جس کی وجہ سے دریائی اور سمندری پانی آلودہ ہو رہا ہے۔ آبپاشی کے پانی کی کمی کی ایک وجہ نہروں میں پانی کا ضیاع ہے۔ یہ ضیاع نہروں کے کچا ہونے کی وجہ سے ہے۔ نہروں کو پکا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہے جو کہ ناکافی ہیں۔ وسائل کی کمی کی بنا پر دریاؤں پر ڈیم نہیں بنائے جاتے جس کی وجہ سے بہت سا پانی ہر سال سمندر میں چلا جاتا ہے۔ اب نئے ڈیم بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ آبپاشی کے پرانے اور روایتی طریقوں سے بھی پانی ضائع ہو رہا ہے، اس کے لیے کاشتکاروں کی تربیت کرنی چاہیے۔

ii- زمین (Land)

زمین کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے سیم و تھور کا خاتمہ یا کم کرنا ضروری ہے۔ ایسا کرنے کے لیے ٹیوب ویل لگائے جا سکتے ہیں۔ پاکستان میں جنگلات کو کاٹ کر رہائشی سکیمیں، فیکٹریاں، موٹروے اور ہائی وے بنائی جا رہی ہیں جس سے زراعت کے لیے زمین مسلسل کم ہو رہی ہے۔ ان انسانی سرگرمیوں کو محدود کر کے بھی زمین کو بچایا جا سکتا ہے۔ جگہ جگہ پڑتے کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں کو تلف کر کے بھی زمین کو بچایا جا سکتا ہے۔ زمین کو نئے اور جدید طریقوں سے کاشت کر کے بھی بچایا جا سکتا ہے۔ زمین پر بار بار ایک جیسی فصلیں نہ اگائی جائیں تاکہ اس کی زرخیزی قائم رہے۔

iii- نباتات (Vegetation)

درخت نہ صرف جانوروں اور پرندوں کا اہم مسکن ہیں بلکہ سیلاب اور طوفانوں کے اثرات کو بھی کم کرتے ہیں۔ انسان نے رہائش، ایندھن اور سڑکیں بنانے کے لیے ان کو کاٹنا شروع کر دیا ہے۔ درختوں کے تحفظ کے لیے موجود قوانین کو فوری طور پر اپ ڈیٹ کرنے کی

ضرورت ہے۔ ریاست اور کمیونٹی کی کوششوں سے نباتات کا مستقبل محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔ نباتات کو بچانے کے لیے لوگوں میں اس کی اہمیت سے آگاہی کے پروگرام بھی شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ درختوں کو غیر ضروری نہ کاٹا جائے۔ درختوں کو مختلف بیماریوں سے بچایا جائے۔ ماحولیاتی آلودگی پر قابو پا کر بھی درختوں کو بچایا جاسکتا ہے۔

iv- جنگلی حیات (Wildlife)

پاکستان میں جنگلی حیات اور اس کے تحفظ میں درپیش مسائل میں سب سے اہم مسئلہ غیر قانونی شکار ہے، جس کو روکنا چاہیے۔ گلہ بانی سے چراگاہیں کم ہو رہی ہیں۔ عوام کا اس مسئلے سے آگاہ نہ ہونا بھی ایک مسئلہ ہے آگاہی پروگرام کے ذریعے عوام میں سوجھ بوجھ بڑھائی جا سکتی ہے۔ جنگلی حیات کا شکار کرنے والے لوگوں کو ترغیب دی جاسکتی ہے کہ وہ جنگلی حیات کے شکار یا ان کی تجارت کے بجائے آمدنی کے دیگر ذرائع تلاش کریں۔ تیزی سے بڑھتی ہوئی انسانی آبادی بھی جنگلی حیات کو متاثر کرتی ہے۔ پانی کے وسائل کی کمی سے جنگلی حیات کو مسائل درپیش ہیں۔ جنگلات کو کاٹنے سے جنگلی حیات کو دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کرنی پڑتی ہے، اس لیے جنگلات کی کٹائی سے بھی پرہیز کیا جائے۔



مشقی سوالات

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ پاکستان کے میدانی علاقے میں موسم گرما میں اوسط درجہ حرارت رہتا ہے:

(الف) 20 ڈگری سینٹی گریڈ (ب) 30 ڈگری سینٹی گریڈ
(ج) 40 ڈگری سینٹی گریڈ (د) 50 ڈگری سینٹی گریڈ

☆ پاکستان کا کل رقبہ ہے:

(الف) 670,570 (ب) 796,096
(ج) 755,096 (د) 790,65

☆ کے۔ٹو پہاڑ واقع ہے:

(الف) کوہ ہمالیہ میں (ب) کوہ قراقرم میں
(ج) کوہ سفید میں (د) کوہ ہندوکش میں

☆ کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے اس کے کل رقبہ کا جتنا حصہ جنگلات پر مشتمل ہونا چاہیے:

(الف) 15 فیصد (ب) 25 فیصد
(ج) 35 فیصد (د) 45 فیصد

☆ نانگا پربت کی بلندی ہے:

(الف) 7690 میٹر (ب) 8126 میٹر
(ج) 8792 میٹر (د) 6790 میٹر

☆ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے، اس کی وجہ شہرت ہے:

(الف) زراعت (ب) کان کنی
(ج) صنعت (د) گلہ بانی

2- خالی جگہ پر کریں۔

☆ پاکستان کے شمال مشرق میں ------------ واقع ہے۔

☆ سیاچن ------------ زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ------------ کے ہیں۔

☆ دریائے ------------ پاکستان کا سب سے بڑا دریا ہے۔

☆ پاکستان کے صرف ------------ فیصد حصے پر جنگلات موجود ہیں۔

☆ سموگ (Smog) دُھند اور ------------ کا آمیزہ ہے۔

3- مختصر جواب دیں۔

☆ محل وقوع کی تعریف کریں۔

☆ پاکستان کے چار قدرتی خطوں کے نام تحریر کریں۔

☆ سیم و تھور کا مفہوم لکھیں۔

☆ جنگلات کے دو فوائد بیان کریں۔

☆ پاکستان میں پائے جانے والے تین گلیشیئرز کے نام لکھیں۔

☆ پانی کو آلودگی سے بچاؤ کے دو طریقے بیان کریں۔

☆ صحرازدگی (Desertification) کی تعریف کریں۔

☆ پاکستان میں نہروں کی اقسام کے نام لکھیں۔

☆ زمینی درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے کس قسم کی موسمیاتی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں؟

☆ جنگلات کے کٹاؤ کے دو نقصانات لکھیں۔

4 کالم الف اور ب کو ملائیں اور درست جواب کالم ج میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	
چین۔پاکستان	کوہ ہندوکش	
ترچ میر	کاربن ڈائی اکسائیڈ، سلفر	
ہوا کی آلودگی	اقتصادی راہداری منصوبہ	
گوادر	منگلا ڈیم	
دریائے جہلم	بلوچستان	

5 درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں۔

☆ پاکستان کا محل وقوع اور اس کی اہمیت تفصیل سے بیان کریں۔

☆ پاکستان کے طبعی خدوخال کی وضاحت کریں۔

☆ پاکستان کی آب و ہوا کے خطے اور انسانی زندگی پر اثرات کی تفصیل سے وضاحت کریں۔

☆ پاکستان کے تناظر میں آج ہمیں جن ماحولیاتی مسائل کا سامنا ہے، ان میں سیم وتھور اور جنگلات کی کٹائی کی وضاحت کریں۔

☆ پاکستان میں پانی، زمین، نباتات اور جنگلی حیات کو درپیش مشکلات کا حل بیان کریں۔

☆ آلودگی سے کیا مراد ہے؟ یہ کس طرح ہمارے ماحول کو آلودہ کر رہی ہے؟

☆ پاکستان میں جنگلات کی اقسام، اہمیت اور تحفظ پر بحث کریں۔

سرگرمی

☆ آلودگی کی مختلف اقسام کی روک تھام کے نکات پر مشتمل چارٹس طلبہ سے تیار کروائیں اور کمرہ جماعت میں آویزاں کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ

☆ ٹیکسٹائل، بجلی کا سامان، کھیلوں کا سامان، چینی کی صنعت، چمڑے کی صنعت اور کٹلری کی اہم صنعتوں کے فوائد سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

باب 4

خواتین کو با اختیار بنانا
(Women's Empowerment)

تدریسی مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام میں خواتین کے حقوق کی مختصر تاریخ بیان کر سکیں۔
2- تحریکِ پاکستان میں خواتین کا کردار بیان کر سکیں۔
3- 1947ء سے تاحال قومی ترقی میں خواتین کی خدمات پر بحث کر سکیں۔
4- تشدّد اور نسوانی تشدّد کی تعریف کر سکیں اور اس کے معاشرے پر اثرات آئینی دفعات کے حوالے سے بیان کر سکیں۔
5- پاکستان میں نسوانی تشدّد کے خاتمے کے لیے حکومت کے اقدامات پر بحث کر سکیں۔
6- خواتین کے تحفظ اور ان کو با اختیار بنانے میں حکومت کے اقدامات بیان کر سکیں۔

قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام میں خواتین کے حقوق
(Women's Rights in Islam in the light of Quran and Sunnah)

اسلام دینِ فطرت ہے جس کی تعلیمات کے مطابق بنیادی حقوق کے لحاظ سے سب انسان برابر ہیں۔ سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام میں جنس کی بنیاد پر عورت مرد کی کوئی تفریق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں ہی اس کی مخلوق ہیں۔ قرآن وحدیث میں کثیر تعداد میں ایسے احکامات موجود ہیں جس سے اسلام میں عورت کے مقام، اہمیت اور اس کے حقوق کا تعین ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

(ترجمہ) ''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا یعنی اوّل اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیے۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر:1)

عورت وہ لفظ ہے جو انسان کو عزت وحرمت سے آگاہ کرتا ہے اور جس کے وجود سے کائنات میں رنگ ہے۔ تمام مذاہب بشمول اسلام ہر قسم کے نسوانی تشدّد کی مذمت کرتے ہیں۔ اسلام نے خواتین کو حکومت، سیاست، قیادت، انتظامات اور مشاورت سمیت زندگی کے تمام شعبوں میں اہم ذمہ داریاں سونپ دیں۔ اکثر عورتیں اس تصور کی بنا پر تشدّد کا شکار ہوتی ہیں کہ وہ مَردوں کی نسبت کم تر ہیں۔ بہر حال

قرآن مجید کی یہ آیات اس بات کی ترجمانی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مَردوں اور عورتوں کا رتبہ بحیثیت انسان برابر ہے۔

* ''میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مَرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا ۔تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔''

(سورۃ ال عمران، آیت نمبر:195)

* ''جو شخص نیک اعمال کرے گا مَرد ہو یا عورت وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔'' (سورۃ النحل، آیت نمبر:97)

عرب معاشرے میں اسلام کی آمد سے پہلے دورِ جاہلیت میں لڑکی پیدا ہونے پر اسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے لڑکی کو رحمت بنایا اور گھر کا سکون بنایا۔ اسلام کا سورج طلوع ہوا تو عورت کو ظلم کے ان اندھیروں سے نجات ملی۔ اسلام نے عورت کو ذلت سے چھٹکارا دِلا کر عزت وحُرمت سے نوازا۔ عورت کو زندہ دفنانے کی جاہلانہ رسم ختم ہوئی۔ اسلام نے ہی عورتوں کو مَردوں کے مساوی حقوق دیے اور عورت کی حیثیت مستحکم کی۔

اسلام نے عورت کو مساوی حقوق، عزت کا تحفظ، وراثت میں حصہ، حق مہر، خلع کا حق، تعلیم وتربیت کا حق، علیحدگی کی صورت میں اولاد رکھنے کا حق، رائے دہی کا حق، مشاورت کا حق عطا کیا۔ اگر عورت کے پاس ذریعہ روزگار ہو تب بھی اسلام نے یہ نہیں کیا کہ وہ اولاد کی کفالت کرے۔ یہ ذمہ داری والد کی ہے۔ ماں، بہن، بیٹی، بیوی کی شکل میں اسلام نے ہر رشتے سے عورت کا ترکے میں حصہ رکھا ہے۔

اسلام میں عمل اور اجر میں مرد وعورت مساوی ہیں چنانچہ قرآن پاک میں واضح کر دیا گیا کہ:

(ترجمہ) ''مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انھوں نے کیے۔ اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انھوں نے کیے اور اللہ سے اس کا فضل وکرم مانگتے رہو۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر:32)

مزید فرمایا: (ترجمہ) ''اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت جب کہ وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تِل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر:124)

قرآن پاک کے علاوہ کئی احادیث رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ میں بھی عورتوں کے حقوق وفرائض اور ان کی معاشرے میں اہمیت کا ذکر موجود ہے۔ خود دو جہاں کے محبوب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا کہ: ''جس نے دو لڑکیوں کی کفالت کی تو میں اور وہ جنّت میں اس طرح داخل ہوں گے، جس طرح میری یہ دو انگلیاں آپس میں قریب ہیں۔'' (سنن الترمذی، کتاب، نیکی اور صلہ رحمی، حدیث:1913)

خاتم النبیین حضرت محمد رَسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ نے ایک حدیث میں فرمایا: ''عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔''

دوسری جگہ فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو جنّت میں ضرور داخل ہوگا۔'' (سنن الترمذی، کتاب، نیکی اور صلہ رحمی، حدیث:1911)

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمۡ نے مزید فرمایا:

"دین آسان ہے، لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرو، لوگوں کو مشکلات میں مت ڈالو۔" (صحیح بخاری)

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے عورت کو نہ صرف باوقار بنایا بلکہ اُسے چادر اور چار دیواری کی صورت میں تحفظ بھی عطا کیا۔

حضرت ہاجرہ علیہ السلام کا واقعہ ایک نمایاں مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے عورتوں کے رتبے کو اجاگر کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی خاطر وہ کوہِ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑیں تاکہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خوراک اور پانی مہیا کریں۔ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ صفا اور مروہ کے درمیان بھاگنا حج کا ایک عظیم رکن بنا دیا گیا۔ تمام مَردوں اور عورتوں پر لازم ہوگیا کہ وہ حج کی تکمیل کے لیے ان کی پیروی کریں۔ اس واقعہ سے اسلام میں عورتوں کی حیثیت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمۡ کی پہلی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جزیرہ نما عرب کی ایک دولت مند خاتون تھیں۔ ان کا مکہ معظمہ میں ایک تجارتی مرکز تھا جسے وہ خود سنبھالتی تھیں۔ ان کا تجارتی سامان شام جیسے دور دراز ممالک کی منڈیوں تک جاتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاروبار کی کامیابی کو اس طرح دیکھا جاتا ہے کہ جب قبیلہ قریش کے تجارتی قافلے دوسرے ممالک کو جاتے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قافلہ قریش کے سارے قافلوں کے برابر ہوتا تھا۔

بعثتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمۡ کے بعد ہمارے نبی حضرت محمد رسُولُ اللہ خَاتَمُ النَّبِیِّیۡن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمۡ نے اس بات پر زور دیا کہ معاشرتی اصلاحات کے لیے جدوجہد کے سلسلے کا اہم پہلو دنیا اور عرب کے مظلوم اور محکوم طبقات خصوصاً خواتین، خدام اور یتیموں کو بنیادی حقوق مہیا کرنا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نامور خواتین کی وہ زندہ مثالیں ہیں جو ظلم و جبر کے سامنے ثابت قدم رہیں اور مشکل کی گھڑیوں میں مسلم خواتین کی رہنمائی کرتی رہیں۔ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دنیا اور آخرت دونوں میں بحیثیت انسان، مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں برابر ہیں۔ ان کو آخرت میں اپنے اپنے اعمال کے مطابق سزا اور جزا دی جائے گی، جو انھوں نے اس دنیا میں سرانجام دیے ہوں گے۔

تحریکِ پاکستان میں خواتین کا کردار

(Women's Role in Pakistan Movement)

پاکستان کا قیام اس طویل جدوجہد کا ثمر ہے جو مسلمانانِ برصغیر نے اپنے علیحدہ قومی تشخص کی حفاظت کے لیے شروع کی۔ قیامِ پاکستان کی جدوجہد آسان نہ تھی۔ اس عظیم جدوجہد میں برصغیر کی مسلم خواتین نے بھی لازوال کردار ادا کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ ان خواتین میں مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح، بیگم مولانا محمد علی جوہر، بیگم سلمیٰ تصدق حسین، بیگم جہاں آرا شاہنواز، بیگم رعنا لیاقت علی خاں، بیگم جی اے خاں، بیگم پروفیسر سردار حیدر جعفر، بیگم گیتی آرا، بیگم ہمدم کمال الدین، بیگم فرخ حسین، بیگم زرّیں سرفراز، بیگم شائستہ اکرام اللہ،

فاطمہ بیگم، بیگم وقار النسا نون اورلیڈی نصرت ہارون سمیت متعدد عظیم خواتین شامل ہیں جنھوں نے برصغیر کی مسلم خواتین میں آزادی کے حصول کا شعور بیدار کر کے انھیں قیام پاکستان کی جدوجہد میں فعال کردار کے لیے منظم کیا۔

یہ وہ خواتین تھیں جو بیسویں صدی میں عملی، معاشرتی، تعلیمی، سیاسی، میدان کی جانباز سرگرم اور نڈر کارکن رہیں۔ انھوں نے نہ صرف عام گھریلو عورت میں سیاسی شعور بیدار کیا بلکہ علیحدہ ملی تشخص کی تحریک کا جذبہ بھی اجاگر کیا۔ ان میں سے چند خواتین کا تحریکِ پاکستان میں کردار ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

قائداعظمؒ کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح تحریکِ پاکستان کی جدوجہد میں قائداعظمؒ کے قدم بہ قدم ساتھ رہیں اور مسلم خواتین کی بیداری میں اہم کردار ادا کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی وہ متحرک ممبر تھیں۔

بیگم سلمیٰ تصدق حسین نے مسلم لیگ کے شعبہ خواتین کے قیام کے بعد مسلم خواتین کو مسلم لیگ کی رکن بنانے کی مہم میں بھرپور حصہ لیا۔ مارچ 1940ء میں لاہور میں منعقدہ مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کے لیے آنے والی سیاسی رہنماؤں کی بیگمات اور خواتین وفود کی میزبانی کا فریضہ انجام دیا اور پنجاب خواتین مسلم لیگ کی جوائنٹ سیکرٹری منتخب ہوئیں۔

سول سیکرٹریٹ پر مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے والی فاطمہ صغریٰ تحریک پاکستان کی فعال رکن تھیں اس وقت ان کی عمر فقط 14 برس تھی۔ انھیں حراست میں لیا گیا مگر اس باہمت لڑکی نے ہمت نہ ہاری اور مسلم خواتین کو متحرک کرتی رہیں۔

بیگم شائستہ اکرام اللہ مسلم گرلز فیڈریشن تنظیم کی روح رواں تھیں اس زمانے میں نوجوان لڑکیوں کو منظم کرنا کوئی آسان کام نہ تھا مگر اس دشوار مرحلے پر آپ نے ہمت نہ ہاری اور ہندوستان بھر کی طالبات کو منظم کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔

بیگم رعنا لیاقت علی پاکستان کی پہلی خاتونِ اوّل، پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کی بیگم تھیں۔ اُنھوں نے قیامِ پاکستان کے بعد مہاجرین کی بحالی کے لیے خدمات انجام دیں۔ وہ سندھ کی پہلی خاتون گورنر تھیں۔ پاکستان بننے سے قبل آپ نے عورتوں کی ایک تنظیم آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن (اپوا) قائم کی۔ وہ ہالینڈ اور اٹلی میں پاکستان کی سفیر بھی رہیں۔

تحریکِ پاکستان کی رہنما بیگم مولانا محمد علی جوہر نے اپنی خوشدامن ''بی اماں'' کے ہمراہ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ انھوں نے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں میں بھی سیاسی شعور بیدار کیا۔

بیگم جہاں آرا شاہنواز علامہ اقبالؒ کے گہرے دوست بیرسٹر شاہ نواز کی اہلیہ تھیں۔ 1930ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئیں۔ پھر دوسری اور تیسری گول میز کانفرنسوں میں بھی خواتین کی نمائندگی کی۔ وہ مسلم خواتین میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ ویمن کمیٹی کی رکن بنیں۔ 1940ء میں لاہور میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئیں۔

لیڈی نصرت ہارون نے بھی تحریکِ خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ 1925ء میں انھوں نے کراچی میں ''اصلاح الخواتین'' کے نام سے ایک انجمن قائم کی جسے کراچی میں مسلمان خواتین کی پہلی انجمن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مختصراً تحریکِ پاکستان میں خواتین نے کئی

رکاوٹوں کے باوجود اہم کردار نبھائے۔

قیامِ پاکستان 1947ء سے عہدِ حاضر تک قومی ترقی میں خواتین کی خدمات
(Women's Contribution in National Development from 1947 Till Now)

2017ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی قریباً نصف آبادی خواتین پر مشتمل ہے۔ خواتین کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی میں اہم ترین حیثیت رکھتی ہے۔ وہ ان نسلوں کی امین ہیں جنھوں نے ملک کو استحکام بخشا۔ پاکستان میں ہر شعبہ زندگی میں وہ اپنی صلاحیتوں اور کارکردگی کے جھنڈے گاڑ رہی ہیں۔ میڈیا پر جس تیزی سے انھوں نے اپنا کردار سنبھالا ہے وہ انھی کا خاصہ ہے۔ تعلیمی درسگاہوں سے لے کر ایوانِ سیاست تک ہماری پُرعزم خواتین نے اپنے نام روشن کیے ہیں۔ پاکستان کی خواتین اپنے ملک کی تعمیر و ترقی اور سماجی بہبود کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کر رہی ہیں۔ ملک میں عام لوگوں کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لیے خواتین انفرادی اور اجتماعی طور پر خلوصِ نیت سے سرگرمِ عمل ہیں۔ خصوصی بچوں کے سکول ہوں، بوڑھے لوگوں کے لیے سر چھپانے کی جگہیں ہوں، نادار عورتوں کے لیے دستکاری سکھانے کے ادارے ہوں، ان سے وابستہ ہماری عورتیں اپنی ہمت اور بساط سے زیادہ کام کرتی ہیں۔


محترمہ فاطمہ جناح


محترمہ بے نظیر بھٹو

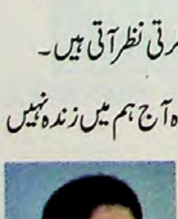
خواتین کسی بھی حوالے سے مرد سے پیچھے نہیں ہیں بلکہ معاشرے میں خواتین کا کردار دوہری اہمیت کا حامل ہے۔ قیامِ پاکستان میں محترمہ فاطمہ جناح کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

> **کیا آپ جانتے ہیں؟**
>
> پاکستان کی تاریخ کے سب سے پہلے صدارتی انتخابات 2 جنوری 1965ء کو منعقد ہوئے تھے۔ ان انتخابات میں محترمہ فاطمہ جناح نے جنرل ایوب خان کے مقابلے میں انتخابات میں حصہ لیا۔

محترمہ بے نظیر بھٹو دو مرتبہ پاکستان کی وزیر اعظم بنیں۔ اِن کے علاوہ خواتین عدالتوں میں بطور جج اور وکیل کام کرتی نظر آتی ہیں۔

فیصل آباد کی ایک لڑکی ارفع کریم نے 9 سال کی عمر میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں اعلیٰ قابلیت کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ وہ آج ہم میں زندہ نہیں اور اللہ کو پیاری ہو چکی ہیں۔


ارفع کریم


شمشاد اختر

ملک کے بینکوں اور اہم اداروں میں بھی خواتین اپنا بھرپور کردار ادا کر رہی ہیں مثلاً ایک خاتون شمشاد اختر سٹیٹ بنک آف پاکستان کی گورنر رہ چکی ہیں۔ ایسی خواتین کی ایک طویل فہرست ہے۔



سماجی شعبے میں محترمہ بلقیس ایدھی کئی دہائیوں سے لاکھوں پاکستانیوں کی زندگیوں میں بہتری لانے میں مصروفِ عمل ہیں۔ بلقیس ایدھی نے اپنی پوری زندگی پاکستان کے نہایت پسماندہ، دکھی اور بے سہارا لوگوں کی خدمت میں صرف کردی ہے۔

محترمہ بلقیس ایدھی

کیا آپ جانتے ہیں؟

محترمہ بلقیس بانو ایدھی عبدالستار ایدھی کی بیوہ اور ایدھی فاؤنڈیشن کے علاوہ بلقیس ایدھی فاؤنڈیشن کی بھی سربراہ ہیں۔ حکومت پاکستان نے انھیں ہلالِ امتیاز سے نوازا ہے۔ بلقیس ایدھی فاؤنڈیشن لاوارث بچوں کی دیکھ بھال سے لے کر لاوارث اور بے گھر لڑکیوں کی شادیاں کروانے کی ذمہ داری انجام دیتی ہے۔

محترمہ ڈاکٹر نفیس صادق اقوامِ متحدہ میں انڈر سکریٹری جنرل کے عہدے پر فائز رہ چکی ہیں۔ یہ دنیا کی پہلی خاتون تھیں جو اقوامِ متحدہ میں اتنے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئیں۔



پاکستان کی ایک بیٹی ثمینہ بیگ، پاکستان کی پہلی خاتون ہیں جو ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کر چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ثمینہ دنیا کے سات برّاعظموں کی سات بلند ترین چوٹیوں کو بھی سر کر چکی ہیں۔ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں انھوں نے عزم و ہمت کی اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔

ثمینہ بیگ

خواتین پاکستان میں تقریباً تمام بڑے شعبوں میں مثلاً فوج، صحت، تعلیم، کھیل، شوبز اور سیاست میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں اور یہ ثابت کر رہی ہیں کہ وہ ملک و قوم کی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ یہ باہمت خواتین کامیابیوں اور نئی جہتوں کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ڈاکٹر فہمیدہ مرزا کا تعلق پاکستان کے صوبہ سندھ سے ہے۔ وہ پاکستان کی پہلی خاتون ہیں جو 2008ء سے 2013ء تک قومی اسمبلی کی سپیکر رہیں۔

تشدّد اور خواتین پر تشدّد کی تعریف
(Definition of Violence and Violence against Women)

عالمی ادارہ صحت کے مطابق تشدّد جسمانی قوت یا جبر کا وہ ارادتاً استعمال ہے، جس میں زخم، موت، نفسیاتی تکلیف یا کسی چیز سے محرومی ممکن ہو۔ خواتین پر تشدّد، صنفی تشدّد کی ایک قسم ہے، جس کی بنا پر عورت کے جسمانی، دماغی اور بچے پیدا کرنے کی صلاحیتوں پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

اقوامِ متحدہ کے مطابق خواتین پر تشدّد وہ عمل ہے جس میں جسمانی، دماغی یا جنسی نقصانات شامل ہیں۔ اس طرح عورت کو اس کی عوامی یا ذاتی زندگی میں دھمکی آمیز باتوں اور جبر سے آزادی کی نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ یہ سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں کہ تشدّد خاندان یا گھر میں ناممکن ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے اعداد و شمار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دنیا میں ہر تین میں سے ایک یا قریباً 35 فیصد خواتین وہ ہیں جن پر اُن کے خاندان کے ہی کسی فرد یا کسی جاننے والے نے تشدد کیا ہوتا ہے۔

آئینی دفعات کے حوالے سے تشدّد کے معاشرے پر اثرات
(Violence Impacts upon Pakistan's Society with reference to Constitutional Provisions)

دنیا کے دیگر حصوں کی طرح پاکستان میں بھی خواتین تشدّد کا شکار ہوتی ہیں۔ پاکستان میں خواتین پر مختلف طریقوں سے تشدّد کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قتل، ہراساں کرنا، تیزاب پھینکنا، گھریلو تشدّد، تسلی بخش جہیز نہ لانے پر سسرال کی طرف سے تشدّد وغیرہ۔ تشدّد نہ صرف جسمانی ہوتا ہے بلکہ یہ جذباتی اور معاشی تنگی کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

تشدّد کا شکار ہونے والی خواتین میں دیہاتی، شہری، امیر، غریب اور مختلف اعتقادات پر یقین رکھنے والی خواتین شامل ہیں۔ بعینہٖ مجرم بھی کسی مخصوص طبقے سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ان میں بھی امیر، غریب، مذہبی، غیر مذہبی، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ افراد شامل ہوتے ہیں۔ مجرم تشدّد کا شکار ہونے والی خاتون کے جاننے والے ہو سکتے ہیں یا وہ اجنبی بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات عورت بھی عورت پر تشدّد کر گزرتی ہے۔

پاکستان کا موجود آئین اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ خواتین کسی صورت میں بھی تشدّد کا شکار ہوں۔ تشدّد کے معاشرے پر ناخوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ معاشرہ بے چینی اور بدامنی کا شکار ہو سکتا ہے۔ معاشرے میں رہتے ہوئے افراد کے حقوق چھینے جا سکتے ہیں۔ معاشرے میں تشدّد کے بڑھنے سے لوگ عدم مساوات اور عدم تحفظ کا شکار ہو سکتے ہیں۔

خواتین پر تشدّد کے بارے میں عام تصوّرات
(Common Ideas about Violence against Women)

تشدّد کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:

1- معاشرے نے اس کو بالعموم مشترکہ عمل سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔

2- مجرموں کے خلاف سزا پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔

3- معاشرے میں عدم مساوات اور برابری کا نہ ہونا۔

4- مزید یہ کہ اسلام میں خواتین کو جو حقوق دیے گئے ہیں ان سے خواتین واقف نہیں ہوتیں۔

غلط مفروضہ (Myth)

یہ غلط مفروضہ رائج ہو چکا ہے کہ خواتین اپنی غلطی کی وجہ سے تشدّد کا شکار ہوتی ہیں۔

حقیقت (Fact)

بعض لوگوں کی یہ دلیل ہوتی ہے کہ تشدّد کا انحصار خواتین کے ملبوسات، ان کی ازدواجی حیثیت، ان کے طرزِ حیات اور ان کی سوچ کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہ دلیل غلط ہے کیونکہ اس کا وبال مجرم کے بجائے مظلوم عورت پر ہوتا ہے۔ اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ تشدّد میں صرف مجرم ہی قصوروار ہوتا ہے، مظلوم عورت نہیں۔ تشدّد کا ارتکاب عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب جھگڑے کے حل کا کوئی دوسری راستہ موجود نہ ہو۔ بہر حال جھگڑے کے حل کے لیے صلح صفائی کا طریقہ اختیار کیا جائے، تاکہ تشدّد کے واقعات میں کمی اور خاتمہ ہو سکے۔

غلط مفروضہ (Myth)

یہ کہ عورتوں پر تشدّد کا ارتکاب اس وقت ہوتا ہے جب وہ گھر سے باہر کوئی کردار ادا کرتی ہیں۔

حقیقت (Fact)

ہمارے معاشرے میں عورتوں کی گھر سے باہر کی زندگی عموماً بڑی غیر محفوظ ہے، اس لیے عورتوں کو عوامی مقامات پر جانے سے منع کیا جاتا ہے۔ یہ تصور بھی غلط ہے۔ عورتوں پر تشدّد باہر کی طرح گھر میں بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال عوامی جگہوں پر جانا مرد اور عورت دونوں کا یکساں حق ہے۔ عوامی مقامات پر جانے کے لیے عورتوں پر پابندی لگانے کے بجائے اُن مقامات کو قابل رسائی اور محفوظ بنایا جائے۔

پاکستان میں خواتین پر تشدّد کے خاتمے کے لیے حکومتی سطح پر اقدامات
(Government's efforts to address the issue of Violence against Women in Pakistan)

مملکت خداداد پاکستان کا وجود نفاذ اسلام کے لیے عمل میں لایا گیا، یہاں عورتوں پر تشدّد اور ان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے قرآن وسنّت کی روشنی میں کئی قوانین تشکیل دیے گئے ہیں۔ ان میں عائلی قوانین 1961ء کے بعض قوانین جو کہ قرآن وسنت کے مطابق ہیں ان سے حقوقِ نسواں کو تحفظ حاصل ہوا ہے۔ عورتوں پر مظالم اور ان کے حقوق غصب کرنے سے متعلق اسمبلی اور سینٹ نے ترمیمی بل بھی منظور کیا ہے۔ پاکستان میں عورتوں پر تشدّد کے خاتمے کے لیے حکومتی اقدامات کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

پنجاب میں کم عمری کی شادی پر پابندی کا ایکٹ 2015
(Punjab Marriage Restraint Act, 2015)

پاکستان میں کم عمری کی شادی کا رواج عام ہے۔ پنجاب میں شادی کی قانونی عمر لڑکیوں کے لیے 16 سال اور لڑکوں کے

لیے 18 سال مقرر ہے۔ پنجاب کی صوبائی اسمبلی نے 2015 میں شادی ایکٹ میں ترمیم کی ہے کہ اگر والدین، نکاح رجسٹرار یا یونین کونسل کا عملہ 16 سال سے کم عمر لڑکیوں اور 18 سال سے کم عمر لڑکوں کی شادی کرواتا ہے، تو ان کو قید اور بھاری جرمانے کی سزا دی جائے گی۔

حکومتِ پنجاب کا تحفظِ نسواں ایکٹ 2016

(The Punjab Protection of Women Against Violence Act, 2016)

خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے 24 فروری 2016ء میں پنجاب حکومت نے "پنجاب تحفظِ نسواں ایکٹ" منظور کیا۔ یہ ایکٹ ان خواتین کو انصاف، تحفظ اور امداد مہیا کرتا ہے جو تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ ایکٹ تشدد زدہ متاثرہ خواتین کو مختلف جرائم سے تحفظ دے کر انصاف فراہم کرتا ہے، جیسے تشدد کے اظہار، گھریلو بدسلوکی، جذباتی اور نفسیاتی بے ہودگی، معاشی تنگی، پیچھا کرنا اور سائبر کرائمز وغیرہ۔

خواتین کے تحفظ اور ان کو با اختیار بنانے میں حکومتی کردار

(Government's Efforts to address regarding Women's Protection and Women's Empowerment)

پاکستان میں بہت سی خواتین تشدد کے خلاف آواز نہیں اٹھاتیں کیونکہ انھیں ناانصافی کے خلاف کوئی معاشرتی امداد میسر نہیں ہوتی۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے صوبائی حکومت نے صوبے میں ضلعی سطح پر "انسدادِ تشدد مراکز برائے خواتین" قائم کیے ہیں۔ یہ مراکز صبح سے شام تک کھلے رہتے ہیں اور وہاں کا تمام عملہ خواتین پر مشتمل ہے۔ خواتین کے تحفظ اور ان کو با اختیار بنانے میں حکومت نے درج ذیل اقدامات کیے ہیں:

1- ضلعی سطح پر قائم انسدادِ تشدد مراکز برائے خواتین میں تشدد سے متاثرہ خواتین کو پولیس تک رسائی حاصل ہے۔

2- تشدد سے متاثرہ خاتون کے پسماندگان کو ضرورت پڑنے پر طبی، قانونی اور نفسیاتی امداد مہیا کی جاتی ہے۔ اسی طرح ان کو پناہ گاہیں بھی میسر ہیں۔

3- اگر کسی مرکز میں انھیں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ محافظ ٹیموں سے رابطہ کر سکتے ہیں، جن کے سربراہ ضلعی تحفظِ خواتین آفیسرز (District Women Protection Officer-DWPO) ہیں۔

4- خواتین ہی ضلعی تحفظِ خواتین کمیٹیوں (District Women Protection Committees-DWPC) کا حصہ ہیں، جو خواتین کو تشدد سے بچانے کے لیے کسی جگہ بھی داخل ہو سکتی ہیں۔

5- متاثرہ خواتین اگر سنٹر نہیں آسکتیں تو اس کے لیے ٹال فری نمبر قائم کیے گئے ہیں تا کہ وہ فون کے ذریعے معلومات اور امداد حاصل کر سکیں۔ یہ ٹال فری نمبر پہلے سے قائم شدہ ٹال فری نمبر 1043 کے علاوہ ہے، جہاں خواتین تشدد کے خلاف شکایات کر سکتی ہیں۔ ہر

عورت اپنے موبائل فون یا لینڈ لائن، نمبر سے ہیلپ لائن (Helpline) کو کال کر سکتی ہیں۔ ہیلپ لائن آپریٹرز خواتین کی شکایات کے اندراج کی معلومات وغیرہ فراہم کرتے ہیں اور ان کا رابطہ ضلعی تحفظِ خواتین آفیسرز یا مقامی پولیس اسٹیشن اور دیگر ضلعی حکومتی حکام سے کرواتے ہیں۔ ایس ایم ایس (SMS) نمبر 8787 کے ذریعے بھی پولیس سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان کے 1973ء کے آئین کے مطابق تمام انسانوں کو آزادانہ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے تاکہ وہ معاشرے کے آزاد اور برابر کے شہری بن سکیں۔ جب تک خواتین عدم مساوات اور ظلم کا شکار ہیں، وہ اپنا جائز مقام حاصل نہیں کر سکتیں۔ خواتین کے جرائم کے خلاف خاموشی بے شمار مظالم کا سبب بنتی ہے۔ ہر پاکستان کے شہری پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تشدّد کا شکار خواتین کی امداد کرے اور ان کے تحفظ کے لیے حکومت سے تعاون کرے۔ ایسے شہریوں کی بھی حفاظت کی جائے جو تشدّد کا شکار خواتین کے مقدمات کو متعلقہ حکام تک پہنچاتے ہیں۔ ہم ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز اُٹھا کر ہی اپنے معاشرے کو ترقی یافتہ اور خوشحال بنا سکتے ہیں۔ ایک انصاف پر مبنی اور خوشحال معاشرہ ہی امن اور محبت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

> **کیا آپ جانتے ہیں؟**
>
> اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے آفاقی منشور 1948ء میں مَردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق کی بات کی گئی۔
> 1979ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کی تمام اقسام کے خاتمے کے کنونشن (Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination Against Women) کو منظور کیا گیا۔

مشقی سوالات

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ عرب معاشرے میں اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں لڑکی کو:

(الف) جلا دیتے تھے
(ب) ونی کر دیتے تھے
(ج) زندہ دفن کرتے تھے
(د) عزت دیتے تھے

☆ اسلام دینِ فطرت ہے، جس کی تعلیمات کے مطابق بنیادی حقوق کے لحاظ سے ہیں:

(الف) سب عورتیں برابر ہیں
(ب) تمام افراد برابر ہیں
(ج) سب بچے برابر ہیں
(د) سب انسان برابر ہیں

☆ قائدِ اعظم کے قدم بہ قدم تحریکِ پاکستان میں شامل رہیں:

(الف) بیگم فرخ حسین (ب) محترمہ فاطمہ جناح

(ج) بیگم مولانا محمد علی جوہر (د) نصرت ہارون

☆ لاکھوں پاکستانیوں کی زندگیوں میں تبدیلی لانے میں مصروف ہیں:

(الف) محترمہ بلقیس ایدھی (ب) محترمہ بینظیر بھٹو

(ج) ثمینہ بیگ (د) ڈاکٹر نفیس صادق

☆ پنجاب میں لڑکیوں کی شادی کی قانونی عمر ہے:

(الف) 14 سال (ب) 16 سال

(ج) 18 سال (د) 20 سال

☆ خواتین تشدد کے خلاف کس نمبر پر شکایات کر سکتی ہیں:

(الف) 1043 (ب) 1085

(ج) 1016 (د) 1030

☆ پنجاب حکومت نے "پنجاب تحفظ نسواں ایکٹ" منظور کیا:

(الف) 24 جنوری 2010 (ب) 16 فروری 2015

(ج) 24 فروری 2016 (د) 15 ستمبر 2017

2- خالی جگہ پر کریں۔

☆ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو۔۔۔۔۔ سے پیدا کیا۔

☆ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

☆ پاکستان کی پہلی خاتونِ اوّل۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔

☆ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پاکستان کی پہلی خاتون ہیں جو ماؤنٹ ایورسٹ پہاڑ سر کر چکی ہیں۔

☆ SMS نمبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے ذریعے بھی آپ عورتوں سے تشدد کی اطلاع کر سکتے ہیں۔

3- مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

☆ قرآن کریم کی ایک آیت کی روشنی میں خواتین کے حقوق بیان کریں۔

☆ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک حدیث کی روشنی میں خواتین کے حقوق بیان کریں۔

☆ تحریکِ پاکستان میں شامل تین خواتین کے نام لکھیں۔

☆ خواتین پر تشدد کی تعریف کریں۔

☆ پنجاب میں لڑکے اور لڑکی کی شادی کی قانونی عمر کیا ہے؟

☆ خواتین پر تشدد کی شکایات آپ کس نمبر پر کر سکتے ہیں؟

4- مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیل سے جوابات دیں۔

☆ قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام میں عورت کے حقوق بیان کریں۔

☆ تحریکِ پاکستان میں عورت کے کردار پر بحث کریں۔

☆ پاکستان کی ترقی میں خواتین کے کردار پر بحث کریں۔

☆ پاکستان میں نسوانی تشدد کے خاتمے کے لیے حکومتی اقدامات پر روشنی ڈالیں۔

سرگرمی

☆ طلبہ گروپ کی شکل میں خواتین کو تشدد سے بچاؤ کے موضوع پر بحث کروائیں۔

فرہنگ

باب 1

نوٹ: الفاظ کے معانی کتابی متن کو مدِ نظر رکھ کر درج کیے گئے ہیں۔

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اِختلافِ رائے	رائے کا اِختلاف	محققین	محقق کی جمع، تحقیق کرنے والے
اخوّت	بھائی چارہ	مستحکم	مضبوط
اقدار	قدر کی جمع، معاشرتی سطح پر پسندیدہ عمل، اچھی روایات	مکاتبِ فکر	مختلف سوچ رکھنے والے لوگ۔ انگریزی میں اس کے لیے School of Thoughts کی اِصطلاح رائج ہے۔
مصلحین	اصلاح کرنے والے لوگ		
اِنقلاب	تبدیلی		
آگاہی	شعور، واقفیت	ہندوازم	ہندومت۔ ہندو مذہب
آئیڈیالوجی	انگریزی لفظ، اِصطلاح Ideology جسے نظریہ کے معانی میں لیا جاتا ہے۔	وجوہات	وجہ کی جمع، اسباب
		مساوات	برابری، اعلیٰ اور ادنیٰ کا برابر ہونا
بانی	بنیاد رکھنے والا	اشاعت	پھیلاؤ۔ ترویج
بیشتر	زیادہ تر	درس	سبق
ترکیب	ساخت، بناوٹ	فضیلت	بڑائی، برتری
دِلی لگاؤ	دلی محبت	مرتکب ہونا	ارتکاب کرنا۔ کسی عمل کا سرزد ہونا
رواداری	برداشت	یکساں	مساوی، ایک جیسا
فلاح	بھلائی	اِطلاق	لاگو کرنا
قیاس کرنا	اندازہ لگانا	ارتقا	درجہ بہ درجہ ترقی
لائحہ عمل	طریقۂ کار	محیط	پھیلا ہوا۔ مُشتمل

شمولیت	شامل ہونا	مملکت	ریاست، ملک
پالیسی	منصوبہ	عقائد	عقیدہ کی جمع
آباواجداد	بڑے، بزرگ	اِسلامی شریعت	اِسلامی قانون
محصول	ٹیکس	نصب العین	زندگی کا اوّلین مقصد
حامی	حمایتی، طرف دار	تخلیق کرنا	بنانا۔ تشکیل کرنا

باب 2

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
صاحبزادگان	صاحبزادہ کی جمع	مخلوط طریقہ انتخابات	وہ طریقہ جس میں ہندو، مسلم اور دیگر قوموں کے لیے علیحدہ سیٹیں مخصوص نہ ہوں
مصلح	اِصلاح کرنے والا		
مجدّد	تجدید کرنے والا		
اثرورسوخ	قربت۔ تعلق	مسوّدہ	دستاویز۔ لکھا ہُوا۔ بِل (Bill)
عسکری	فوجی	اوّلیت دینا	اہمیت دینا
اِحیا	دوبارہ زندہ کرنا	باہم متّصل	ایک دوسرے سے مِلے ہوئے۔
راغب کرنا	ترغیب دلانا	اکائی	مخصوص حد بندی کا علاقہ/شہر/صوبہ
تشخّص	پہچان۔ شناخت	ردّوبدل	تبدیلی
میثاق	معاہدہ	دخل اندازی کرنا	مداخلت کرنا
حلیف	دوست۔ ساتھی	دستوری حیثیت	قانونی اور آئینی حیثیت
عدم تعاون	تعاون نہ کرنا	ترمیم	تبدیلی
تحفّظات	خدشات	مدبّرانہ	دانش مندانہ
رد کرنا	ٹھکرانا	معرضِ وجود میں آنا	تخلیق/تشکیل پانا
داخلی	اندرونی	قیادت	رہنمائی

آبادکاری	مہاجرین کے لیے رہائش کی فراہمی	دیرینہ	پُرانا
مواصلات	ٹرانسپورٹ	منبع	سرچشمہ۔ بڑاذریعہ
نوزائیدہ مملکت	نئی وجود میں آنے والی ریاست	حاکمیّت	بادشاہی-حکمرانی
اِجراکرنا	جاری کرنا	آمرانہ نظام	ڈکٹیٹرشپ-جمہوری نظام کے برعکس کسی ایک فرد/ جماعت/ ادارے کی حکومت کا نظام
آبیاری کرنا	سینچنا-خدمت کرنا	توثیق کرانا	منظوری حاصل کرنا
ملک گیر	مُلک بھر کا/ کی	حزبِ مخالف	اپوزیشن
موسوم کرنا	کے نام کرنا	تنازعات	تنازع کی جمع- جھگڑے
تفویض کرنا	سونپنا- دینا	تسلّط	قبضہ
تعصّب	تنگ نظری	ثانوی حیثیت قرار دینا	خاص اہمیت نہ دینا
دساتیر	دستور کی جمع -آئین	دانت کھٹے کرنا	شکست سے دوچار کرنا
دستورسازی	آئین بنانا	ہاری	کسان
وفاقی	مرکزی	مزارع	پٹے پر زمین حاصل کرکے کاشت کرنے والا کسان
فقدان	کمی	نامساعد حالات	بُرے حالات
نیم خودمختارحکومت	ایسی حکومت جسے بعض اختیارات حاصل ہوں اور بعض اختیارات حاصل نہ ہوں	خشک سالی	قحط
قومی وحدت	قومی اتحاد	مرتکز ہونا	جمع ہونا۔ مرکوز ہونا
التواء	ملتوی کرنا	رائے عامہ	عوام کی رائے
حلف	قَسم -اوتھ (Oath)	تشویش	پریشانی
عائلی قانون	فیملی لاز (Family Laws)- میاں بیوی کے ازدواجی معاملات سے متعلق قانون	خون ریز فسادات	قتل وغارت کے واقعات
		رسد	سپلائی
		سالمیت	وجود-بقا

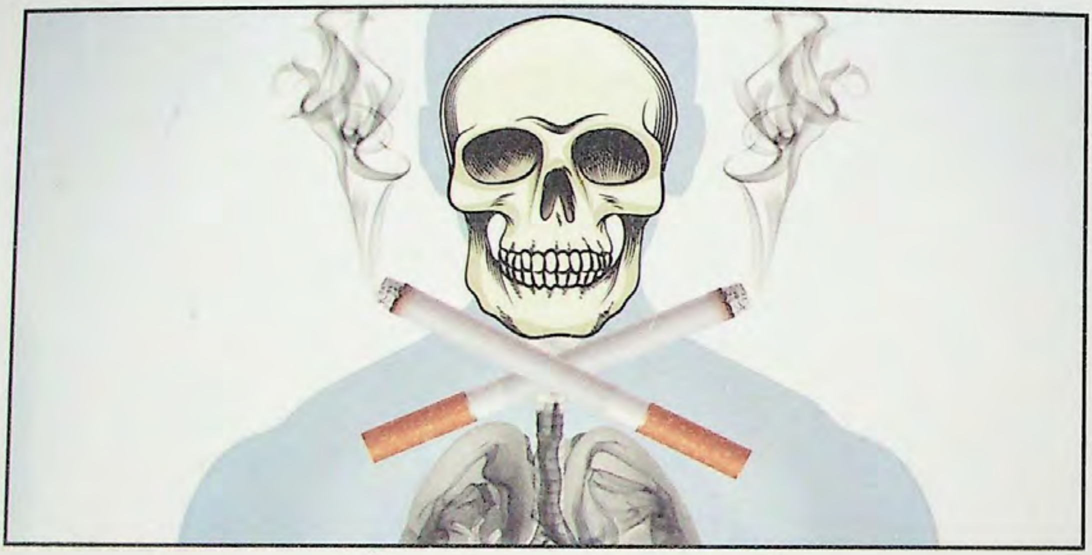
باب 3

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سطوح	سطح کی جمع	موزوں	مُناسب
کشیدگی	تناؤ، تنازع	ناہموار	جوہموار (سیدھا) نہ ہو
نباتات	پودے، جڑی بوٹیاں	سیاحت	ٹورازم، سیر وسیاحت
زیریں	نچلا	ڈھلوان	ترچھا
ماہی گیری	مچھلیاں پکڑنا	صحرا	ریگستان
برّی	زمینی	نیم حاری خطّہ	نیم گرم سرزمین
نقطۂ انجماد	وہ نقطہ جہاں پر کوئی چیز جم جاتی	زمین دوز	زیرِ زمین
آبی حیات	دریا اور سمندر میں پلنے والی مخلوق	طغیانی	سیلاب
دوامی نہریں	ہمیشہ/ سال بھر بہنے والی نہریں	یکسانیت	ایک جیسا ہونا
شانہ بہ شانہ	کندھے سے کندھا ملا کر	مرطوب	نمی والا۔ تر
سرطان	کینسر	فلٹریشن پلانٹ	پانی وغیرہ صاف کرنے کا پلانٹ
		ضیاع	ضائع ہونا

باب 4

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تفریق	فرق، امتیاز	عہدے پر فائز رہنا	عہدے پر تعینات رہنا
مشاورت	مشورہ کرنا	ہراساں کرنا	خوفزدہ کرنا
حُرمت	عزّت	حقوق کا تعیّن	حقوق مقرر ہونا۔ حقوق طے ہونا
حراست میں لینا	گرفتار کرنا	ترکہ	وراثت
خوش دامن	ساس	کفالت	نان ونفقہ فراہم کرنا، دیکھ بھال کرنا
نئی جہت	نیا پہلو	منظم کرنا	ترتیب دینا، کسی نظم میں لانا
بعینہٖ	بالکل اسی طرح	مفروضہ	فرضی خیال
بالعموم	عام طور پر		

چائلڈ پروٹیکشن بیورو ہیلپ لائن 1121



سگریٹ نوشی رفتہ رفتہ تکلیف دہ موت کا سبب بن سکتی ہے۔



نشہ انسان کو گھسیٹ کر مٹی تلے (قبر میں) لے جاتا ہے۔

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ منظور شُدہ نصاب کے مطابق معیاری اور سستی کُتب مُہیا کرتا ہے۔ اگر ان کُتب میں کوئی تصوّر وضاحت طلب ہو، متن اور اِملا وغیرہ میں کوئی غلطی ہو تو گزارش ہے کہ اپنی آرا سے آگاہ فرمائیں۔ ادارہ آپ کا شکر گزار ہو گا۔

فیکس نمبر: 042-99230679

ای میل: info@pctb.punjab.gov.pk

ویب سائٹ: www.pctb.punjab.gov.pk

مینجنگ ڈائریکٹر

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ

21-ای-II، گلبرگ-III، لاہور

Printed by: UBC Convertec (Pvt) Ltd. | www.ubcconvertec.com

Designed By: ART CELL PCTB



قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد باد   کِشورِ حسِین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان   ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سَرزمین کا نِظام   قُوّتِ اُخُوّتِ عوام
قوم ، مُلک ، سلطنت   پایندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پَرچمِ ستارہ و ہِلال   رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال   جانِ اِستِقبال
سایۂ خدائے ذُوالجلال

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور